ہفت روزہ
لاہور
پاکستان

خدام الدین

بانی:
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور

اقرأ باسم ربك الذي خلق

صدق الله العظيم

مدیر مسئول
مجاہد الحسینی

قرآن کریم نمبر حصہ اول

ہدیہ
۱/۲۵

بسم الله الرحمن الرحيم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ

صدق الله العظیم

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

ترجمہ: تحقیق نازل کیا ہم نے قرآن کو قدر کی رات میں اور کیا جانے تو کیا ہے رات قدر کی بہتر ہے ہزار مہینے سے — قرآن حکیم

سورۃ　۲　الفاتحۃ ۱

آیاتہا ۷　سورۃ الفاتحۃ مکیۃ　رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ ۝٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

منزل ۱



مندرجات

۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ — فون نمبر ۵۴۵۷۶ — جلد ۱۷

۱۹ نومبر ۱۹۷۱ء — شمارہ ۲۸، ۲۹

اداریہ

پاکستان اور نظامِ قرآن

قیام پاکستان کے وقت یہ اعلان کیا گیا تھا کہ خدا کا آخری قانون "قرآن مجید" اس سرزمین کا دستور العمل ہوگا - آج ربع صدی گزر رہی ہے لیکن اس مملکت کا مقصد قیام تشنۂ تکمیل ہے -

ارباب اقتدار نے اس عرصہ میں "کھہ مکرنی" کا وطیرہ اختیار کئے رکھا ہے - نتیجتاً آج یہ ملک نہایت خطرناک سیاسی، اقتصادی، تہذیبی اور اخلاقی بحران کا شکار ہو گیا ہے اور توسیع و ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے بجائے عدم اطمینان اور بے یقینی کی خوفناک دلدل میں پھنس گیا ہے -

ان سنگین خطرات سے نجات پانے اور مختلف النوع بحرانوں پر پوری طمانیت اور آبرومندی کے ساتھ قابو پانے کا ایک ہی طریق اور واحد ذریعہ "قرآن و سنت" کا عملاً نفاذ ہے - کیونکہ عصر حاضر کے نئے نئے پیچیدہ مسائل اور عالمی مشکلات کا صحیح حل قرآن و سنت پر مبنی دستور و آئین ہی ہو سکتا ہے -

پاکستان کے ارباب اقتدار خداوند قدوس کے نازل کردہ "عادلانہ قرآنی نظام" کے نفاذ اور ترویج میں جتنی تاخیر اور حیلہ جوئی سے کام لیں گے یہ ملک اتنے ہی شدید بحرانی دلدلوں میں پھنستا جائے گا - اور یہاں کے عوام طرح طرح کی پریشانیوں اور "بے اطمینانیوں" میں الجھتے جائیں گے -

آج پاکستان ــــ انقلاب و تغیّر کے خطرناک موڑ پر کھڑا ہے - اربابِ اقتدار کتاب و سنت کا قانون رائج کر کے اس کی سالمیت کا تحفظ کر لیں گے اور اس کے ۱۲ کروڑ عوام کو سکون و طمانیت کی نعمتوں سے بہرہ ور کریں گے تو بہتر ــــ ورنہ ــــ

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

قرآن کریم نمبر ــــ حصہ اوّل

خدام الدین کے "قرآن کریم نمبر" کا "حصہ اوّل" پیش خدمت ہے - اس نمبر کی ترتیب و تدوین کے لیے مختلف

شخصیات سے رابطہ قائم کیا گیا۔ بعض حضرات نے حوصلہ افزائی فرمائی اور بعض نے وعدے کئے۔ ان میں سے کچھ مضامین تاخیر سے موصول ہوئے اس لیے مجبوراً نمبر کی اشاعت میں تاخیر کرنا پڑی اور اسے دو حصوں میں شائع کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔

بعض تاریخی اور نادر مضامین انشاءاللہ قرآن کریم نمبر کے حصہ دوم میں شریکِ اشاعت کیے جائیں گے جسے ماہِ ذی الحج میں شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

حضرات قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مضامین، مفید تجاویز اور مشوروں سے ادارہ خدام الدین کے ساتھ ضرور تعاون فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! (ادارہ)

اعلانِ تعطیل

عیدالفطر کی تقریب سعید کے باعث مختلف دفاتر اور پریس چونکہ بند ہوں گے۔ اس لیے خدام الدین کے آئندہ شمارے کی تعطیل ہو گی۔ قارئین اور ایجنٹ حضرات مطلع رہیں۔

(ادارہ)

ہلالِ عید

از: حافظ نور محمد انور

فلک پر جب ہلالِ عید با سطوت نظر آیا
دلِ مسلم میں اک جذبہ مسرت کا نظر آیا

لگے ہیں چار سو بجنے ترانے شادمانی کے
نظارے دید کے قابل ہیں بزمِ زندگانی کے

وہ دیکھو صبح کی پہلی کرن ہنستی ہوئی آئی
مسلماں کے لیے اک مژدۂ فرحت فزا لائی

وہ خوش قسمت جنہوں نے تیس دن لذّات کو چھوڑا
رہے شاکر ادائے فرض سے ہرگز نہ منہ موڑا

ہیں چہرے ان کے نورانی نگاہوں میں بشاشت ہے
گُلِ شاداب کی مانند ہونٹوں پر طراوت ہے

چلے ہیں پا پیادہ صائم عید گاہوں کو
ملائک سن رہے ہیں عرش پر ان کی دعاؤں کو

مبارکباد کے لاریب ہیں حقدار وہ صائم
رہے ہیں تیس دن انورؔ رضائے حق پہ جو قائم

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ
صدق اللہ العظیم

اور ہم تو اس کے نگہبان ہیں - القرآن الکریم

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ

پہلی وحی

سعید احمد

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سب سے پہلی وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ خواب میں بصورتِ رویائے صالحہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے تھے وہ صبح کے روشن اجالے کی طرح سچ نکلتا تھا۔ پھر آپ کو تنہائی محبوب ہو گئی۔ غارِ حرا میں جا کر آپ تنہا کچھ دن بسر کرتے تھے اور گھر آنے سے پہلے کئی کئی راتیں عبادت میں مصروف رہتے تھے، کھانے پینے کی چیزیں بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ جب وہ سامان ختم ہو جاتا تو گھر واپس آتے اور پھر نیا سامان لے کر غار میں تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ غار میں ہی حق آپؐ کے سامنے آیا اور فرشتہ آپؐ کے پاس پہنچا اور اس نے کہا :" پڑھ "۔ آپؐ نے فرمایا :" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں "۔

حضورؐ فرماتے ہیں اب اس فرشتے نے مجھ کو پکڑ کر اتنا دبایا کہ میں تھک گیا۔ پھر اس نے مجھ کو چھوڑ دیا۔ اور کہا :-

" پڑھ "

میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔

اب اس فرشتہ نے مجھ کو پکڑ لیا اور پھر دبایا یہاں تک کہ میں تھک گیا۔ پھر اس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ۔

میں نے پھر وہی جواب دیا۔ کہ میں

پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

فرشتہ نے تیسری مرتبہ مجھ کو پکڑا ۔ اور چھوڑ دیا ۔ اور کہا ۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔

پڑھ ! اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے ۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے ۔ پڑھ ! اور تیرا پروردگار بڑا بزرگ ہے ۔ جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کے ساتھ گھر واپس آئے ۔ جسم مبارک کانپ رہا تھا ۔ حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھ کو کمبل اڑھا دو ! مجھ کو کمبل اُڑھا دو ! زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي ۔

چنانچہ آپؐ کو کمبل اُڑھا دیا گیا یہاں تک کہ دہشت کی وہ حالت جاتی رہی۔

پھر آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے تمام ماجرا بیان کیا اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے ۔

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا ۔ ہرگز نہیں ۔ خدا آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کریگا۔ کیونکہ آپ قرابت داروں سے صلہ رحمی کا برتاؤ کرتے ہیں ، لوگوں کا بوجھ خود اٹھاتے ہیں ۔ اپاہجوں اور محتاجوں کے لیے کمائی کرتے ہیں ، مہمانوں کی مہمانداری کرتے ہیں ۔ مصائب و حوادث میں آپ حق کی امداد و اعانت کرتے ہیں ۔

پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر " ورقہ بن نوفل" کے پاس آئیں جو حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے ۔ اور جنہوں نے عہد جاہلیت میں عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا ۔ یہ انجیل کو عبرانی میں لکھتے تھے ، عمر رسیدہ تھے اور بصارت جاتی رہی تھی ۔ حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا ۔

" بھائی ! ذرا اپنے بھتیجے کی سنو ۔

ورقہ بولے ۔ بھتیجے ! بتاؤ کیا دیکھتے ہو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا کہہ سنایا ۔

ورقہ بولے ۔ یہ وہی ناموس (محرم اسرار) ہے جس کو اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا ۔ اے کاش ! میں اس وقت جوان ہوتا ، اے کاش ! میں اس وقت زندہ ہوتا ۔ جب کہ آپؐ کی قوم آپؐ کو نکال دے گی ۔

حضورؐ نے پوچھا ۔ کیا میری قوم مجھ کو نکال دے گی ؟

انہوں نے جواب دیا ۔ ہاں ۔

جو چیز آپ لے کر آئے ہیں وہ ایسی ہے کہ جو کوئی اسے لے کر آیا اس کے ساتھ دشمنی کی گئی ۔ اگر میں اس روز تک زندہ رہا تو آپؐ کی ضرور مدد کرونگا۔ نہایت قوی اور مضبوط مدد ۔

اس واقعہ کو پیش آئے ہوئے چند

(باقی ص ۱۳ پر)

بادشاہِ ہند محیّ الدّین اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوُا

مترجم قرآن مجیدؒ

سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا پاکیزہ مشغلہ کتابتِ قرآن مجید تھا۔ذیل میں اسی قرآن مجید کے ایک صفحہ کا عکس دیا جاتا ہے جس کے متعلق یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ اورنگ زیب کے ہاتھ سے لکھا ہوُا ہے قرآن مجید کی کتابت سیاہی سے اور ترجمہ فارسی کی کتابت سرخ روشنائی ہے۔ تقطیع کلاں پر اس کے دس پارے (درمیانی) نوادرات علمیہ اٹک کی نمائش منعقدہ سن ۱۹۶۳ء میں باعث برکت بنے۔ یہ قرآن مجید خانقاہ فاضلیہ گڑھی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔اس کے پہلے صفحہ پر دو مہریں ثبت ہیں (سید علی ۱۰۸۶) (عالمگیر ۱۰۹۲) سید علی کے متعلق مولانا عبدالحی نے "یادِ ایام" میں فرمایا۔

"سید جلال سید محمد رضوی کے خلف الرشید تھے ۱۰۵۷ھ میں فوت ہوئے ان کے دو بیٹے تھے ایک سید جعفر تھے جو ۱۰۵۷ھ میں فوت ہوئے۔ دوسرے بیٹے سید علی تھے جو ۱۰۶۲ھ میں شاہی کتب خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے۔ عالمگیر نے ۱۰۷۰ھ میں بارہ ہزار سالانہ پنشن مقرر کردی سید علی نے ۱۰۹۱ھ میں وفات پائی۔" واللہ اعلم

قاضی محمد زاہد الحسینی سرپرست نوادرات علمیہ اٹک کیمبل پور

عہد عالمگیری کی نایاب فارسی تفسیر بہ نام تشریح القرآن

بخارا کے بہت بڑے عالم شیخ وقت عارف کبیر خاوند محمود ہندوستان آکر کشمیر میں مقیم ہو گئے۔ شاہانِ مغلیہ کی نظر میں آپ کا بڑا احترام تھا۔ شاہ جہاں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ بجائے کشمیر کے لاہور قیام فرمائیں۔ چنانچہ اپنے صاحبزادہ خواجہ معین الدین کو اپنی خانقاہ کشمیر کا خلیفہ مقرر کر کے خود ہندوستان تشریف لائے: اور آخر تک لاہور میں مقیم رہے ۱۰۵۲ھ میں آپ کا وصال ہوُا۔مزار لاہور ہی میں شالامار باغ کے متصل واقع ہے۔

آپ کے صاحبزادہ معین الدین کا وصال کشمیر میں ۱۰۸۵ھ میں ہوا۔ خواجہ معین الدین نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے فتاویٰ نقشبندیہ، زبدۃ التفاسیر عربی اور شرحِ القرآن فارسی قابل ذکر ہیں۔ شرحِ القرآن کی کتابت آپ نے ۱۷ر رجب ۱۰۷۱ھ کو شروع کی اور سات محرم ۱۰۷۲ھ میں مکمل کر لی گویا صرف چھ ماہ میں یہ تفسیر لکھی۔ شرح القرآن کا قلمی نسخہ سعیدیہ لائبریری ٹونک میں ہے اور ایک نسخہ احقر کے ذاتی کتبخانہ میں ہے جس کا تعارف ناظرینِ قرآن کریم نمبر کو کرایا جا رہا ہے۔

یہ تفسیر بہ نام شرحِ القرآن فارسی تیس انچ طویل اور بائیس انچ عریض سفید وبیز چکنے کاغذ کے ۱۲۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے آخر میں کرم خوردہ سطر سے یہ پڑھا جا سکتا ہے۔ وقد وقع الفراغ من تصنیف شرح القرآن بعد ستۃ اشہر ۔۔۔۔۔۔ وسط یوم الثلثاء من اوّل ۔۔۔۔۔ سنۃ خمس السبعین بعد الف حول حول عن ہجرۃ سید الانبیاء افضل المرسلین صلوٰۃ اللہ والسلام علیہ و علی الہٖ واصحابہ اجمعین۔

سعیدیہ لائبریری ٹونک میں جو نسخہ ہے اس کے صفحات ۱۲۸۴ ہیں اور وہ ۱۰۷۲ھ ہی میں لکھا ہوا ہے۔ اس کی کتابت ۱۰۷۲ھ ذوالحج کے آخر بروز پنجشنبہ ختم ہوئی۔

تفسیر کے دیباچہ میں مفسر فرماتے ہیں :-

شدہ ایں شرح قرآں تا بشش ماہ
تمام از فیض عام رب غفار
بلفظ فارس ایں تفسیر کردم
کہ خاص و عام را باشد نمودار
نخستیں ابتدایش در رجب شد
شد آخر در محرّم نسخہ طیار
مرا در واقعہ ایں امر کردہ
ز حکم حق بزرگی در شبِ تار
بخوابم نام ایں تفسیر دادند
بیادم ماند چو کردند بیدار
بیابد فضل حق در ہر چہ جوئی
بکن از فضل حق ہر لحظہ تکرار
دہانش پُر شود از قند و شیریں
ہر آنکہ خواندہ اش یکبار و صد بار
پدید آرست تاریخش ز نامش
نگشتم زاں بہ تاریخش ہوادار
شدا دہ ما تصانیف معینی
سمرکن ہر یکی چوں مشک تاتار

یعنی اس تفسیر کا نام شرح القرآن معینی بھی الہامی نام ہے کہ مرتب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں القاء کیا گیا۔ سلطان اورنگ زیب کا ذکر دیباچہ میں یوں فرمایا۔

"شاہ عالمگیر بہادر اورنگ زیب"

؎ زہے خاقان کہ نامش تاج شاہیست
وجودش منبع فیض الہیست
نظام سلطنت فخر سلاطین!
فروغ آفتاب دولت و دیں

وبیک او باکمال شغل شاہی
بود پیوستہ در کار الٰہی

تفسیر کا نمونہ درج ذیل ہے :-

سورۃ الفاتحہ بقول ابن عباس مکیست و بقول مجاہد مدنیست و بقول اکثر مفسرین دو بار نازل شد۔ یکے در مکہ حین فرضیت الصلوٰۃ و دوم در مدینہ لما حولت القبلۃ و تحقیق شدہ کہ فاتحہ مکیست بقولہ تعالیٰ ولقد اٰتینٰک سبعا من المثانی وھو مکی الحمد للہ ہو راس الشکر لقولہ علیہ السلام الحمد راس الشکر ما شکر اللہ من لم یحمدہ والذم نقیض الحمد والکفران نقیض الشکر حمد لغوی سپاس زبانیست بر قصد تعظیم برابر است کہ تعلق بگرد بنعمت یا نہ۔ و حمد اصطلاحی تعریف محمود است باوصاف کاملہ و صفات شاملہ الخ۔

کتاب میں فقہی احکام کے سلسلے میں جا بجا فتاویٰ نقشبند کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفسیر فتاویٰ مرتب کرنے کے بعد لکھی گئی ہے۔

مفسر رحمہ اللہ علیہ کا انتقال ۱۰۸۵ھ میں کشمیر میں ہوا۔ واللہ اعلم

سے بڑھ کر ہو سکتی ہے ؟

بقیہ : پہلی وحی

ہی روز ہوئے تھے کہ ورقہ[1] کا انتقال ہو گیا۔

اس واقعہ میں اگرچہ اس کا ذکر نہیں ہے کہ فرشتۂ وحی اصلی شکل میں نازل ہوا تھا یا کسی انسانی صورت میں آیا تھا لیکن حضورؐ کا جبریلؑ کو فرشتہ کہنا اور ان کی آمد سے خوف زدہ ہو جانا اور حضرت جبریلؑ کے دبانے سے آپؐ کا تھکاوٹ محسوس کرنا یہ سب اس امر کے قرائن ہیں کہ فرشتۂ وحی کا نزول اپنی اصلی شکل میں ہوا تھا۔ ساتھ ہی اس پر غور کرو کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اس واقعہ سے غیر معمولی طور پر متاثر ہونا اور پھر "ورقہ" کی طرف سے تسلی و تشفی سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کو جو پہلی وحی پہنچی آپ پہلے اس سے باخبر اور واقف نہ تھے اور جو کچھ ہوا۔ محض خدا کے حکم سے۔ اور آپؐ کے ارادہ کے بغیر ہوا ـــــ کیا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے اور آپؐ کے پیغام کے وحی الٰہی ہونے کی کوئی نفسیاتی دلیل اس

[1] اس واقعہ میں ورقہ بن نوفل نے جو کچھ کہا ہے اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہے اس کے پیش نظر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ وہ مومن تھے۔ یہاں تک کہ بعض نے آپ کو صحابہؓ میں بھی شمار کیا ہے۔ البتہ اس میں تردد ہے کہ آیا وہ اس امت میں بھی شمار ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ اسلام کے ظہور سے پہلے ان کی وفات ہو گئی تھی اور پہلی وحی کی تصدیق کی تھی۔

قرآن مجید کا ابتدائی تعارف

ترجمۃ القرآن الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

استاد العلماء حضرت الشیخ مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان کی علمی عظمت ، فقہی تخصص اور زھد و تورع محتاج تعارف نہیں ۔ آپ "استاد العلماء" اور "فقیہہ الملک" کی حیثیت سے معروف تھے ۔

آپ نے "ترجمۃ القرآن الکریم" کے عنوان سے ایک معلوماتی مضمون اپنی زندگی ھی میں تحریر فرمایا تھا ۔ جسے آپ کے خلف الرشید حضرت مولانا حافظ رشید احمد ، مولانا محمد شریف اور مولانا عبد الحق کی خصوصی عنایت سے ھدیۂ قارئین خدام الدین کیا جارھا ہے ۔

یہ مضمون حضرت استاد مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رشحات قلم کا شاہکار ہے ۔ آپ نے ترجمہ اور تفسیر القرآن کے مبادیات کے لیے جو معلومات مہیا کی ہیں ۔ وہ خصوصاً علماء کرام کے لیے نہایت قیمتی سرمایہ ہے اور یقیناً اس سے بہت استفادہ کے مواقع میسر آئیں گے ۔ (ان شاء اللہ)

مضمون میں جہاں حضرت مولانا نے عربی زبان استعمال کی ہے ۔ اسے علی حالہ رہنے دیا گیا ہے ۔ اور کسی تغیر و تبدل کے بغیر شریک اشاعت کیا جارہا ہے ۔ : جو کہ ابھی نا مکمل ہے ۔

(ادارہ)

(۱) قال ابن عباس لابد للقاری من اربعۃ اشیاء - اخلاص النیۃ والخشوع ۔ وطہارۃ الظاہر والباطن والسؤال من اللہ تعالیٰ فی ترقی العلم والعمل للقاری والسامع ۔

(۲) حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ مخلوق میں قانون شریعت کا مکلف پیدا کیا جائے اور یہ انتخاب بنام انسان ہوا ۔

اس لیے کہ مکلف میں دو اوصاف کا ہونا

ضروری ہے۔ جامعیت ملکیت و بہیمیت مادہ طاعت ومعصیت۔

خواص ملکیت — محبت الٰہی وعبادت یسبحون اللیل والنہار لایفترون۔ اقامت نظم امور۔ فالمدبرات امرا۔

فطرت — انسان کا خدا سے فطری تعلق ہے۔ وھوالامانۃ۔ لقولہ تعالیٰ انا عرضنا الامانۃ۔

(۱) جذبہ فطری کی تکمیل قوۃ نظریہ وعملیہ کی تکمیل سے ہوسکتی ہے۔ اس لیے قرآن مجید کا نزول ہوا۔ یعنی فطری جذبہ کی تکمیل کے لیے

(۲) فطرت جب انسان میں مادہ طاعت ومعصیت کا رکھا گیا ہے۔ اور یہ جامع ملکیت و بہیمیت کا ہوا تو اس کو امانت الٰہیہ کا حامل بنایا گیا۔ (یعنی استعداد قبول حق) اور اس کی حفاظت وتکمیل کے لیے قانون شریعت (قرآن) عطا فرمایا گیا۔

(۳) **مقصد قرآن** — تعلیم عبدیت محضہ یعنی اسی کی اطاعت اور دوسروں کی اطاعت اس کے حکم کے ماتحت تکمیل قوۃ نظریہ وعملیہ۔

(۴) **طرز تعلیم وتربیت** — بطرز تصنیف (ضابطہ) جیسے حکام۔ بطرز نصیحت جیسے باپ۔ مثلاً صحبت بد سے بچانے کی نصیحت کے ساتھ بڑے لقمہ سے روکنا۔ قرآن خالص نصیحت اس لیے ربط ضروری نہیں۔ مثلاً آیۃ لاتحرک پر ہے۔ پر بھی ربط موجود ہے۔

(۵) **ربط القرآن** — بشہادت احادیث ترتیب نزول کے علاوہ ترتیب تلاوت نزول حسب واقعات۔ تلاوت حسب مناسبت۔

(۶) **خصوصیات قرآن** — مسائل نظریہ کو دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت کرنا۔ اعجاز قرآن۔ حفاظت قرآن تغیر لفظی۔ عموم شریعت قرآنیہ۔

خصوصیت بعثت محمدیہ — بقول شاہ عبدالعزیز رح جذبہ فطری کے لیے مانع ہم چیزیں نفس۔ شیطان۔ کفار۔ منافقین۔ انبیاء و سابقین دفع شر نفس و شیطان کے لیے مبعوث ہوئے۔ آنحضرت پر چار کی اصلاح وتکمیل کے لیے مبعوث ہوئے۔ لہٰذا جہاد۔ فوج کشی۔ ملک گیری۔ ملک داری۔ حدود۔ تعزیرات کی مشروعیت لابدی ہوئی۔

(۷) **اسماء القرآن** (۵۵)

کتاب۔ مبین۔ قرآن۔ کریم۔ کلام۔ نور۔ ہدیٰ۔ رحمۃ۔ فرقان۔ شفاء۔ موعظ۔ ذکر۔ مبارک۔ علی۔ حکمۃ۔ حکیم۔ مہیمن۔ حبل۔ صراط۔ مستقیم۔ قیم۔ قول۔ فصل۔ نباء۔ عظیم۔ احسن الحدیث مثانی۔ متشابہ۔ تنزیل۔ روح۔ وحی۔ بصائر۔ بیان۔ علم۔ حق۔ ہادی۔ عجب۔ تذکرہ۔ عروہ وثقیٰ۔ صدق۔ عدل۔ امر۔ مناوی۔ بشریٰ۔ مجید۔ زبور۔ بشیر۔ نذیر۔ عزیز۔ بلاغ۔

قصص[51] ۔ صحف[52] ۔ مکرمہ[53] ، مرفوعہ[54] ۔ مطہرہ[55] ۔
ان میں سے اصل دو اسم ہیں ۔ قرآن (جمالی) فرقان (جلالی)

(۸) وجہ تسمیہ

قرآن اسم علم غیر مشتق خاص لکلام اللہ تعالیٰ ۔ یا مشتق قرن سے بمعنی مقرون ۔ یا مشتق قرأ سے بمعنی مقروٗ ۔
وفی اصطلاح علماء الاصول ۔ ہوالکتاب المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ نقلاً متواتراً

السورۃ ۔ من السور وہو مابقی من الشراب فی الاناء کانہا قطعۃ من القرآن ۔

الآیۃ ۔ اصلہا العلامۃ ۔ قرآن مرکب من جمل ولو تقدیراً ذو مبدء او مقطع مندرج فی سورۃ ۔

(۹) مکی و مدنی

ما نزل قبل الہجرۃ و ما نزل بعد الہجرۃ ۔ فلا واسطہ بینہما ۔ ما نزل بمکۃ وما نزل بالمدینۃ ما یخاطب بہ اہل مکہ وما یخاطب بہ اہل المدینۃ ۔ فبینہما واسطۃ ۔

جمع القرآن

ثلاث مرات ۔ عہد[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ۔ عہد[2] ابی بکر رض میں ۔ عہد[3] عثمان غنی رض میں ۔

نزول اولاً سبعہ لغات میں ۔ قریش[1] ۔ ہذیل[2] ۔ کنانہ[3] ۔ قیس[4] ۔ ضبہ[5] ۔ تیم الرباب[6] ۔ اسد[7] بن خزیمہ ۔ عہد عثمان رض میں صرف لغت قریش کو باقی رکھا گیا ۔

قراء سبعہ

نافع[1] ۔ ابن کثیر[2] ۔ ابو عمر[3] ۔ عبداللہ[4] بن عامر ۔ عاصم[5] ۔ حمزہ[6] ۔ کسائی[7] ۔

ترتیب القرآن

ترتیب آیات توقیفی ہے ۔ اجماعاً ۔ ترتیب سور مختلف فیہ ۔ توقیفی[1] ۔ اجتہادی[2] ۔ ماعدا[3] سورتیں انفال و براءۃ کے توقیفی ۔

کیفیت نزول قرآن

لوح محفوظ سے سماء دنیا پر لیلۃ القدر ۲۴ رمضان میں جملۃً واحدہ پھر زمین پر منجماً ۲۳ سال میں ۔ لوح محفوظ سے ۲۳ سال میں منجماً سماء دنیا پر ہر سال لیلۃ القدر میں ۔ بقدر سال ۔ بعد ازاں زمین پر حسب ضرورت لوح محفوظ سے ابتداء نزول لیلۃ القدر رمضان میں فقط ۔ بعد ازاں نجماً نجماً ۔

اول ما نزل

غار حرا میں سورہ اقرأ (علق) ۵ ۔ آیات ۔
بعد فترت وحی کے سورت مدثر ۔

غیر مخلوقیت قرآن

عندالمعتزلۃ کلام صفت حق تعالیٰ نہیں ۔ اس لیے کہ وہ مرکب حروف و اصوات سے ہے ۔ اور وہ مخلوق حادث ہیں ۔ فیہو متکلم بمعنی خالق الکلام ۔ وعند اہل السنۃ والجماعۃ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ۔
اس لیے کلام بمعنی المصدر و ای التکلم والمتکلم ۔
ہر ایک دو قسم پر ہے ۔ لفظی ۔ نفسی ۔
دلیل کلام نفسی ۔ قولہ تعالیٰ فاسرہا یوسف فی نفسہ ولم یبدہا لہم ۔ قولہ تعالیٰ ام یحسبون انا لا نسمع سرہم و نجواہم قولہ تعالیٰ یخفون فی انفسہم مالا یبدون لک
کلام نفسی بالمعنی الاول فی اللہ تعالیٰ ۔

بناتِ اسلام

ایک عورت کی آیاتِ قرآنی میں گفتگو

قاری محمد عظیم

حضرت عبداللہ ابن مبارک نے سفرِ حجاز میں ایک بوڑھی عرب عورت کو جنگل میں کمبل اوڑھے بیٹھی دیکھا۔ اُسے تنہا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہتے ہیں کہ میں اِس ضعیفہ کے پاس گیا اور کہا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ خاتون نے جواب دیا" سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (سورہ یٰسین) پھر دونوں میں جو گفتگو ہوئی حسب ذیل ہے:-

عبداللہ سوال کر رہے ہیں، خاتون جواب دے رہی ہے

سوال:- اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ یہاں کس طرح ہیں؟

جواب:- مَنْ يُّضْلِلِ فَلَا هَادِيَ لَهٗ یعنی راہ بھول گئی ہوں۔

سوال:- آپ کو کہاں جانا ہے؟

جواب:- سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى یعنی حج سے فارغ ہو کر بیت المقدس کا قصد ہے

سوال:- آپ یہاں کب سے ہیں؟

جواب:- ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا یعنی تین راتیں۔

سوال:- آپ کے پاس کچھ خوراک ہے؟

جواب:- هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَهُوَ يَسْقِيْنِ، یعنی اللہ تعالیٰ مجھے کھلاتے پلاتے ہیں۔

سوال:- آپ وضو کس چیز سے کرتی ہیں؟

جواب:- فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا یعنی اگر پانی نہیں ملتا پاک مٹی سے تیمم کر لیتی ہوں۔

سوال:- کیا آپ کھانا کھائیں گی؟ میرے پاس کھانا موجود ہے،

جواب:- ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ یعنی شام تک میرا روزہ ہے۔

سوال:- یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے

جواب:- وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ یعنی نفلی روزہ بھی ثواب کا کام ہے۔

سوال:- سفر میں تو افطار جائز ہے؟

جواب :- وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرًا لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ، یعنی اگر روزہ رکھ لو تو بہتر ہے۔

سوال :- آپ میری طرح اپنی بولی میں کلام کیوں نہیں کرتیں ؟

جواب :- مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ یعنی ہر بات فرشتے لکھ لیتے ہیں، اس لیے قرآن میں گفتگو کیوں نہ کی جائے تاکہ نامۂ اعمال قرآن پاک ہی سے بھرپور ہو ،

سوال :- آپ کن لوگوں میں سے ہیں ___ ؟

جواب :- وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا یعنی بے ضرورت نہ بولو روز قیامت کان آنکھ اور دل کے متعلق پوچھا جائے گا

سوال :- کیا آپ میری یہ خطا معاف نہ کریں گی ؟

جواب :- لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ لَکُمْ یعنی میں نے معاف کیا اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے ،

سوال :- اگر آپ قافلے میں شامل ہونا چاہیں تو میں اونٹنی پر سوار کر کے لے چلوں ؟

جواب :- وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ یعنی لے چلو نیکی کا بدلہ خدائے علیم سے ملے گا۔

سوال :- میں نے اونٹنی بٹھا دی ہے آپ اس پر سوار ہو جائیں ؟

جواب :- قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ یعنی میں سوار ہونے لگی ہوں، اپنی آنکھیں بند کر لو۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں اونٹنی کے زانو باندھنے بھول گیا تھا اس لیے وہ بدک گئی۔ خاتون کا کپڑا الجھ کر پھٹ گیا اس پر اس نے کہا وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ یعنی مصیبت اپنے ہاتھوں لائی گئی ہے۔

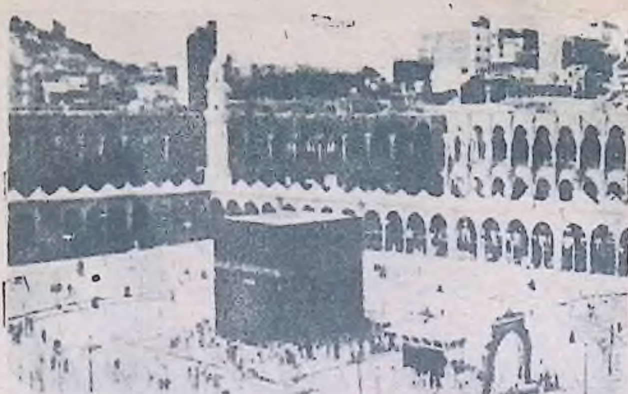
سوال :- بی بی ٹھہریں میں اونٹنی کے زانو باندھ دیتا ہوں۔

جواب :- فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ، یعنی جس طرح حضرت سلیمان رضؔ کو اللہ تعالیٰ نے تدبیر سلجھائی تھی اس طرح تمہیں بھی سلجھا دی۔

سوال :- بی بی میں نے اونٹنی کو سواری کے لیے درست کر دیا ہے اب آپ سوار ہو جائیں۔

جواب :- سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ، یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے تابع بنایا ورنہ ہم میں کہاں طاقت تھی کہ اس کو مطیع کرتے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(باقی صفحہ ۲۵ پر)



MECCA "The Holy Mosque and the Holy Kaa'ba" مكة المكرمة - المسجد الحرام والكعبة المشرفة

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

منتظر ہے یہ جہاں آئینِ پیغمبر کا آج
ورنہ سب بےسُود ہے جمہُور ہو یا تخت و تاج

ماسوا قرآن و سُنّت کے اگر آئین ہے
دعوٰئے اسلام باطل ہے مرا آئین ہے

کھا چکے ہم ساحرِ انگلیس سے کافی فریب
اب غلامانِ محمّد کو نہیں صبر و شکیب

شیشہ بازی چھوڑ کر خارا گدازی چاہیئے
لغزشیں جو ہو چکیں اُن کی تلافی چاہیئے

دامنِ دیں تھام لے اقوامِ مغرب پہ نہ جا
می نہ زیبد آذری اولادِ ابراہیمؑ را

"کیوں مُسلماں بے نیازِ معنیٔ قرآن ہے"
سرزمیں بھی پاک ہو جب نام پاکستان ہے

عبدالغفور ناجض

رُوحانی تسکین — مادّی ترقی اور نجاتِ آخرت کے لیے مشعلِ ہدایت

قرآن مجید

○ خداوندِ قدّوس کی آخری مُقدّس کتاب

مجاهدالحُسینی : مدیر ادارہ صوت الاسلام ، لائلپور

قرآن مجید کی عظمت و شوکت واضح کرنے کے اتنے پہلو ہیں کہ اگر پوری دنیا کے لوگ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور علمی وفنی کمالات کو اس میں صرف کرنے کے لئے زندگیاں گذار دیں تو لاتعداد پہلو تشنۂ وضاحت رہ جائیں گے اور خدا کی آخری کتاب کی عظمت وفضیلت کا بیان مکمل نہ ہو سکے گا۔ ہر انسان اپنی محدود معلومات کی بناء پر قرآنِ پاک کی عظمت بیان کرنے کے لئے خراجِ عقیدت کے جو بھی چند کلمات لائے گا اس کی حیثیت غریب بڑھیا کی طرح خریدارانِ یوسف کی فہرست میں نام لکھوانے سے زیادہ نہ ہوگی چنانچہ اس باعظمت عنوان پر لکھنے کی یہ ادنیٰ پیش کش بھی اس زمرے میں شمار کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ اپنی ساری زندگیاں خداوندِ قدوس کی تحمید و توصیف، اس کی آخری کتاب کی عظمت و فضیلت اور اس کے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کا نذرانہ عقیدت و محبّت پیش کرنے میں صرف کر دیں۔

انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار اور زمانے میں مختلف اُمتوں کے لئے اگرچہ کئی کتابیں اور صحیفے آسمان سے نازل فرمائے ہیں لیکن جس کتاب پر کتب سماوی کے نزول و اجراء کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا وہ قرآن مجید ہے۔ اس کتاب کے

نزول کے ساتھ ہی واضح اعلان فرمایا گیا کہ انسانیت کے لئے جو بھی اصول حیات اور نظامِ زندگی وضع کرنا تھا وہ اسے آخری شکل دے کر مکمل و اکمل صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں کہ جس کی ذات پر مزید کوئی کتاب نازل کرتی ہو۔ اور آپ کی اُمت کے بعد کوئی دوسری اُمت نہیں۔ اب یہ انسانوں کا کام ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ایک ایک گوشے اور تمام پہلوؤں کے لئے قرآنِ مجید کو مشعل راہ بنائیں۔ اس میں ان کی روحانی تسکین، مادی ترقی اور نجاتِ آخرت کے وہ تمام طریقے ذکر کر دیئے گئے ہیں جن کی ممکن ضرورت پیش آ سکتی ہے، الغرض انسانی راہنمائی کا کوئی بھی پہلو تشنۂ ہدایت نہیں دینے دیا گیا ہے۔ پھر یہ کام اس قدر آسان اور یہ طریق کار اتنا سہل کر دیا گیا ہے کہ اس پر عمل پیرائی کوئی مشکل کام نہیں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

یعنی انسان اگر دانائی۔ فہم و فراست اور فکری بلند پروازی سے کام لیں تو وہ زندگی کے ہر میدان میں رہنمائی اور رشد و ہدایت قرآن مجید ہی میں موجود پائیں گے۔ کون نہیں جانتا کہ عرب قوم۔ اگرچہ وسائل و ذرائع کے اعتبار سے دُنیا میں پسماندہ اور زمانے کے ترقی پسندانہ رجحانات سے نا آشنا سمجھی جاتی تھی، لیکن زبان و کلام کے اعتبار سے ان لوگوں کو اپنی فوقیت اور دوسری دنیا کے بالمقابل اپنی برتری کا اتنا ناز تھا کہ وہ اپنے سوا پوری دُنیا کو "عجم" کے نام سے یاد کرتے۔ یعنی قوتِ گویائی سے وہ قوم صرف اپنے آپ کو متصف پاتی اور باقی تمام اقوام کو زبان و کلام پر قدرت سے عاری اور "گونگی" تصور کرتی۔

جس طرح آج دنیا میں رواج ہے کہ مختلف ممالک کے لوگ اپنی فنی عظمت اور قومی برتری کا مظاہرہ کرنے کے لئے دوسرے ممالک کے باشندوں کو دعوتِ مبارزت دیتے ہیں کہ کھیل کود میں، صنعت و حرفت میں اور مختلف علوم و فنون میں درجۂ کمال حاصل کرنے میں مقابلہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ عظمت و فوقیت کے لائق کون ہے۔ چنانچہ حصولِ مقصد کے لیے باقاعدہ میچ ہوتے ہیں مذاکرے، مباحثے اور سیمینار قائم ہوتے ہیں اور جو افراد، ٹیمیں یا ممالک اپنی عظمت کا سکہ منواتے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ان کے ناموں کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اور اعترافِ عظمت کی علامتوں اور نشانیوں سے انہیں سرفراز کیا جاتا ہے بعینہٖ یہی صورتِ حال عرب میں بھی موجود تھی، مختلف فنی ماہرین علماء، اُدباء اور شعراء دوسروں سے اپنے کلام اور اپنی علمی برتری کا سکہ منوانے کے لئے باقاعدہ چیلنج دیتے، اس کے لئے عظیم الشان میلے منعقد ہوتے اور ماہرین فن اپنے اپنے کمالات کا مظاہرہ کرتے،

علم و فضل پر ناز کرنے والے شعراء اپنا کلام کسی تختی یا چمڑے کی جھلّی پر تحریر کر کے آویزاں کر دیتے۔ اور منتخب کلام کئی روز تک شائقین سے داد تحسین وآفرین وصول کرتا۔ حتیٰ کہ بیت اللہ جو زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگوں کی مقدس ترین عبادت گاہ اور مرجع خلائق تھی اس میں بھی یہی صورتِ حال موجود تھی، بڑے بڑے شعراء اپنا اپنا معرکہ آرا کلام بیت اللہ کی دیواروں پر آویزاں کرتے اور جو کلام اپنی انفرادیت و خصوصیت کا سکہ منوا لیتا اسے وہاں رہنے دیا جاتا اور باقی معلقات (لٹکائی جانے والی چیزیں) اتار لئے جاتے۔

اسی ماحول اور زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جب اپنے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اپنی آخری کتاب نازل فرمائی تو اس زمانے میں بھی بیت اللہ میں عرب کے مشہور ترین شعراء کے سات قصیدے آویزاں تھے جو سبع معلقات کے نام سے مشہور ہیں جنہیں اس دور کا معرکۃ الآراء کلام ہونے کا اعزاز دیا جا رہا تھا۔ لیکن جب ایک صحابی رضی اللہ عنہٗ نے خدا وند قدوس کی آخری کتاب قرآن مجید کی ایک مختصر ترین سورت "کوثر" تحریر کر کے "سبع معلقات" کے ساتھ آویزاں کر دی۔ تو تمام شعراء نے اعترافِ شکست کے طور پر اپنے اپنے معلقات یہ کہہ کر اتار لئے۔ مَا هٰذَا مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ ط

یہ کلام کسی انسان کا وضع کردہ نہیں ہے۔ بلکہ واقعی یہ کسی ایسی ذات کا کلام ہے جس کی عظمت و شوکت کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ اور اگر دُنیا کے کسی ایسے شخص جتنے اپنے علم و فضل پر ناز ہے، نے قرآن مجید کی عظمت کے سامنے اظہارِ عجز سے ذرہ برابر بھی ہچکچاہٹ سے کام لیا کلام اللہ میں ان الفاظ کے ساتھ اسے چیلنج دیا گیا ہے۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ط کہ اپنے علم و فضل کی برتری کا دعویٰ کرنے والے سب مل کر اپنی اجتماعی کوششوں سے بھی تم خدا کے کلام ایسی ایک معمولی سورت تو بنا کر لاؤ۔

اور یہ ایک بیّن صداقت ہے کہ اپنی عظمت کا دم بھرنے والے انسان اگر اپنی ساری زندگیاں بھی اس کام میں لگا دیں اور قیامت تک کوشش کرتے رہیں تو اس مقصد میں ہرگز ہرگز ذرّہ برابر کامیابی حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے قرآن مجید۔ کوئی اس قسم کا دنیاوی ضابطۂ قانون اور دستورِ اساسی تو ہے نہیں کہ مرحلۂ آغاز ہی میں ترمیم و تنسیخ کی زد میں آجائے۔ وہ خدا وند قدوس کی نازل کردہ آخری کتاب ہے جس کے نزول کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے آخری فیصلہ کا اعلان فرما دیا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔!

یہ وہ کتاب ہے جو ترمیم و تنسیخ اور تحریف

تبدّل سے پاک اور محفوظ ہے۔

اس کے برعکس آپ دیگر کتب سماویہ کا بھی جائزہ لیں تو آپ کو دنیا بھر میں کوئی کتاب ایسی نہیں ملے گی جس کے بارے میں خود ان کتابوں کو ماننے اور ان پر ایمان لانے والے پورے وثوق یقین اور اعتماد کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہوں کہ وہ کتب اپنے متن اور معانی کے اعتبار سے زمانۂ نزول ایسی ہیں۔ اور ان میں کسی نوعیت کا تغیّر نہیں ہوا ہے بلکہ وہ تو خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کتب سماویہ میں سے توریت اور انجیل کے آج وہ نسخے موجود ہیں جن کی صحت کے بارے میں مرکزی بائبل کمیٹی نے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ چنانچہ تورات وانجیل کے دستیاب نسخوں پر باقاعدہ تصدیق یعنی عبارت درج ہے کہ یہ نسخہ اصل کے مطابق ہے۔

ان دو مشہور کتابوں کے علاوہ اور کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جس کے آسمانی کتب ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہو دیگر مذاہب کے لوگوں نے اپنی صوابدید کے مطابق قوانین و ضوابط وضع کر رکھے ہیں اور وہ لوگ حالات و واقعات کے مطابق اس میں تغیّر و تبدّل کرتے رہتے ہیں گویا۔ اس سرسری جائزہ سے معلوم ہوا کہ خدا کی آخری کتاب قرآن مجید کے علاوہ کوئی ایسی آسمانی کتاب موجود نہیں ہے جو تحریف سے پاک اور اپنے متن اور معانی کے لحاظ سے اپنے زمانۂ نزول کے انداز ہی میں موجود ہو

ایک اشتباہ

بعض مستشرقین اور مغرب زدہ لوگ دبی زبان سے یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ جہاں تک قرآن مجید کے متن کا تعلق ہے پوری دنیا اس پر سرتسلیم خم کرتی ہے کہ اس میں زبر زیر پیش کی تحریف کا ادنیٰ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ حقیقت بھی تسلیم کہ اس کتاب کی حفاظت کا خداوندِ قدوس نے جس طرح اعلان فرمایا واقعی وہ اسی طرح محفوظ بھی ہے اور خدا نخواستہ آج پوری دنیا اگر اس کتاب کے خاتمے کے درپے ہو جائے اور قرآن کے مطبوعہ نسخے ضائع کرنے کی سعی مذموم میں کامیاب ہو جائے تو لاکھوں کروڑوں انسانوں کے سینوں اور لوحِ دماغ سے وہ کس طرح محو کر سکتی ہے۔ لیکن جہاں تک اس کتاب کے معانی کا تعلق ہے اس کی صحت کی ضمانت کیا ہے۔؟

اوّل تو یہ مبینہ اشتباہ جہالت پر مبنی ہے اور ایسے لوگوں کو ہی یہ بات کہنے کی جسارت ہو سکتی ہے جو قرآنی تعلیمات سے یکسر عاری اور کورے ہیں ورنہ وہ اس کا جواب خود قرآن مجید ہی میں موجود پائیں گے۔

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی سورہ علق نازل ہوئی

تو آپ نے الفاظِ وحی جلدی جلدی یاد کرنا شروع فرمائے۔ اسی پر

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖؕ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جلدی جلدی الفاظِ وحی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں اس وحی کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور زبان پر جاری کرانا یہ ہمارے ذمہ ہے آپ نزول وحی کے مرحلہ میں صرف اتباع تلاوت کرتے رہیئے پھر اس وحی کا ترجمہ، تفسیر اور وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس نوعیت کے تمام اشتباہات کا مُسکت جواب دیا گیا ہے جن میں تفسیر و بیان کے من جانب اللہ نہ ہونے کے وسوسے پیدا کرنے کی سعی مذموم کی جاتی ہے۔!

وضاحتِ مسئلہ کے لئے صرف یہی ایک آیت کریمہ ہی نہیں اور بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں اس بات کی پوری وضاحت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی عمل کرتے اور بیان فرماتے ہیں وہ سب من جانب اللہ اور برضاء الٰہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں" یہاں کتاب سے مراد کتاب اللہ۔ اور حکمت سے مراد احادیثِ رسول اللہ ہیں۔ اور دوسری آیت ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۚ

کہ رسول اللہ جو بھی گفتگو اور بیان فرماتے ہیں وہ سب وحی الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ گویا وحی کی دو قسمیں ہوگئیں ایک وحی متلو اور دوسری غیر متلو۔ وحی متلو۔ قرآن مجید اور وحی غیر متلو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح وحی متلو پر سب کا راسخ ایمان ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ حالانکہ وہ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اسی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک کے دوسرے الفاظ پر اعتقاد و ایمان نہ رکھیں۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ امانت و دیانت ہے کہ آپ نے وحی متلو یعنی کلام اللہ اور وحی غیر متلو یعنی کلام رسول اللہ، میں بیّن اور واضح امتیاز برقرار رکھا اور کلام اللہ کا اپنے کلام کے ساتھ کسی نوعیت کا اشتباہ نہ ہونے دیا۔

یہاں پر اس بات کا تذکرہ برمحل ہے کہ اگر کلام اللہ کو کلام رسول اللہ کے بغیر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو حصولِ مقصد میں کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی اور

اگر عصر حاضر کی عجمی سازشوں اور افرنگی فتنوں کو قرونِ اولیٰ میں پہنچنے کا موقع مل جاتا تو کلام اللہ کی تفسیر و بیان کی واضح اور صحیح شکلیں جو کمال دیانت کے ساتھ آج موجود ہیں اس کا کہیں وجود نہ ملتا۔ اور نعوذ باللہ۔ قرآن مجید یعنی خدا کی آخری مقدس کتاب بھی دوسری کتب سماوی کی طرح تحریف سے کبھی نہ بچ سکتی۔ لیکن چونکہ الفاظ متن اور معانی و تفسیر کے اعتبار سے اس کتاب کی مکمل حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے اس لئے منکرینِ کتاب و حدیث کی تمام تر مذموم کوشش رائیگان جائے گی۔ اور خدا کی آخری کتاب قیامت تک اپنی عظمت و شوکت اور صحت کے ساتھ محفوظ و مصئون برقرار رہے گی۔

(۱۶) قرآن میں عقائد، اخلاق

اوران کی بناپر قانون کا مکمّل مجموعہ موجود ہے

اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی

بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں، عدالت، حربی انتظامات،

مالیات اور نہایت محتاط قانون غربا وغیرہ، کی؟

"لاڈوفے کرٹیھلے"

شیخ التفسیر ــــ امام الاولیاء ــــ حضرت مولانا

احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مجاہدانہ کارنامے اور مفسّرانہ خصوصیات

ولادت لاہور سے راولپنڈی جانے والی ریلوے لائن پر ضلع گوجرانوالہ میں گکھڑ نام کا ریلوے اسٹیشن پڑتا ہے۔ اس اسٹیشن کے مشرقی جانب چار میل کے فاصلے پر ایک قصبہ جلال نامی ہیں نو مسلم شیخ حبیب اللہ جو نہایت دیندار اور سلسلہ عالیہ خواجہ غریب نواز ولی الہند، الامام سیدنا و مولانا معین الدین چشتی اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز سے منسلک تھے، کے ہاں اللہ رب العزت نے ۱۳۰۴ھ کے ماہ رمضان المبارک کی دوسری تاریخ کو ایک بیٹا عطا فرمایا اس کے اسم بامسمی والد ماجد نے اپنے ہونہار کا نام احمد علی رکھا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ حبیب اللہ نہایت متقی اور دیندار آدمی تھے وہ خود تو نو مسلم تھے لیکن ان کی بیوی پیدائشی مسلمان تھیں۔ دونوں دیندار اور ذاکر متاغل تھے۔ یاد الٰہی عبادت گزاری میں وہ میاں بیوی برابر کے شریک تھے۔ ایک روز حضرت شیخ حبیب اللہ تلاوت کر رہے تھے جب تیسرے پارہ میں اس مقام پر پہنچے۔

"یاد کرو وہ وقت جب عمران کی بیوی نے کہا، اے میرے پروردگار! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ میں نے صرف تیرے لیے نذر کر دیا ہے۔ پس تو مجھ سے قبول فرما۔ بلاشبہ تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔" (پ ۳ ع ۱۲)

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ کی اس دعا سے وہ بہت متاثر ہوئے ان کے دل میں ایک عجیب سا کیف محسوس ہوا۔ وجد و حال، رقت قلب اور قبولیت حق ویسے بھی سلسلۂ چشتی کی خصوصیات ہیں، اگرچہ سبھی سلاسل میں یہ چیزیں

پائی جاتی ہیں۔ لیکن جس طرح سرعت اور تیزی سے اس سلسلہ والوں میں یہ چیزیں اثر کرتی ہیں۔ اتنی تیزی دوسرے حضرات میں کم دیکھی گئی ہے چنانچہ دونوں میاں بیوی نے دعا کے لیے دربار الٰہی میں ہاتھ پھیلا دیئے اور یوں عرض کی۔

"اے ہمارے پروردگار! اے عمران کی بیوی
کی پکار سننے والے آقا! اے موسیٰ
کو فرعون سے نجات بخشنے والے
مولیٰ! اے ربِّ محمدؐ و کعبہ! ہم بھی
اپنے بچہ کو تیرے لیے وقف کرتے
ہیں تو اسے قبول فرما۔"

چنانچہ اجابت الٰہی نے اس پر خلوص دعا کا ورحق سے استقبال کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو لڑکا اس مقدس ماہ میں عطا فرمایا۔ جس کے متعلق خود حق تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ "رمضان کا مہینہ ایسا ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے جو تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور نہ صرف یہ کہ خالی ہدایت ہی ہے بلکہ ہدایت کے واضح نشانات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حق اور باطل کو الگ الگ بیان کرتا ہے" (پ۲ ع ۲۳)

قرآن مجید کو رمضان کے مہینہ سے جو تعلق ہے وہ اظہر من الشمس ہے اس کا کون انکار کر سکتا ہے۔ اگر بنظر غیر دیکھا جاتے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا توافق فرمایا کہ اس ہونہار لڑکے نے جس کی پیدائش حتیٰ کہ وفات بھی اسی مہینہ میں ہوئی اپنے ستر۷۰ سالہ دور میں لوگوں کو قال اللہ وقال الرسول ہی سنایا۔ اپنے وعظ میں کھری باتیں کیں۔ حق گوئی کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑا۔ باطل سے کبھی ناطہ نہ جوڑا۔ بڑی سے بڑی دنیوی شخصیت کے سامنے بھی کلمۂ حق کہہ دیا۔ اور اس کہنے میں کسی کے ظاہری جاہ و جلال یا اس کی مادی قوت و اختیار سے کبھی بھی مرعوب نہ ہوا۔

تعلیم کا آغاز

اس لڑکے کی والدہ ماجدہ نہایت عابدہ، زاہدہ، متقیہ اور صالحہ عورت تھیں۔ انھوں نے اپنے لختِ جگر کی تعلیم کا آغاز خود کرایا۔ چنانچہ قرآن مجید والدہ ماجدہ نے پڑھایا اس کے بعد اس بچے کو اسکول میں داخل کر دیا گیا۔ قصبہ جلال سے ایک میل کے فاصلے پر کوٹ سعد اللہ میں یہ بچہ اپنے ہم جولیوں کے ساتھ صبح اسکول جاتا اور شام کو واپس آجاتا۔ شیخ حبیب اللہ کے رشتہ دار سب غیر مسلم تھے اس لیے ان کی اسلام دشمنی سے تنگ آکر شیخ صاحب نے اس قصبہ ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر ایک دوسرے گاؤں میں سکونت اختیار کرلی۔ یہ گاؤں جسے باہو چک کہتے ہیں۔ چونکہ تعلیمی اعتبار سے کچھ بھی نہ تھا اس لیے اس ہونہار لاڈلے کو قصبہ تلونڈی کھجور والی کے اسکول میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں اس بچے نے پانچویں جماعت تک تعلیم پائی لیکن درحقیقت اس بچہ کی درسگاہ یہ نہ تھی۔ اللہ کے لیے مانی ہوئی نذر کو ان "قتل گاہوں" سے علم نہیں مل سکتا تھا۔ اللہ کے لیے وقف کی ہوئی اولاد کے لیے وہی درسگاہ ہو سکتی ہے جسے اللہ ہی کے ساتھ نسبت و تعلق ہو۔

شیخ حبیب اللہ نے اپنے لختِ جگر کو اسکول سے بلوا لیا۔ اسے گوجرانوالہ کی جامع مسجد کے خطیب مولانا عبدالحق رحمہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت مولانا نے اس بچہ کی تربیت اپنے بچوں کی طرح کی اور اپنے گھر میں ہی رکھ لیا۔ اس بچہ کو گوجرانوالہ آئے چند ماہ گزرے تھے کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

ورضیت لکم الاسلام دینا

امروز کامل کردم برای شما دین شما را و تمام کردم بر شما احسان خود و پسندیدم برای شما اسلام را دین

۱۳۸۱-۱۳۳۱

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

محمد عثمان غنی

حاملِ قرآن تھا وہ صاحبِ اسرار تھا!
دوستوں کا دلنواز اور دشمنوں کا دوستدار

دامنِ احمد علیؒ سے جس کی ہو وابستگی!!
یہ سعادت ہے یقیناً مایۂ صد افتخار

حشر کے میدان میں بھی اے خداوندِ کریم!
ہو عطا ہم سب کو قربِ حضرتِ والا اعتبار

اُن کے صدقے میں ہمیں بھی بخش ربِّ دوجہاں
جس کی تربت سے اٹھی تھی اک ہوائے مُشکبار

ہیں حبیب اللہ، عبید اللہ، حمید اللہ سبھی
سالکانِ راہِ حق و پاک طینت باوقار

آپ کے حصّہ میں آئی مسندِ احمد علیؒ
اے عبید اللہ انورؔ! یہ ہے فضلِ کردگار

ہوں عبید اللہ انورؔ کو وہ حاصل رفعتیں،
جن کے حامل تھے ہمارے ہادیؒ شب زندہ دار

یاالٰہی! میرے ہادیؒ پر ہوں تیری رحمتیں
ان کا جنّت میں مکاں ہو اے میرے پروردگار

جس نے پایا فیضِ صحبت پیرِ کامل کا غنیؔ!
کامرانی سے ہوا لاریب وہ ہی ہمکنار

بارشیں انوار کی ہوں روح ہو حضرتؒ کی شاد
ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

نام محمد سنگھ کسی کا پھول حسین اور کسی کا نام محمد رام وغیرہ تھے۔ بناء اسلام الگ رہے۔ وہاں کے لوگوں میں ایسے نوجوان اور بوڑھوں کی تعداد کافی تھی جو مکہ اور مدینہ کے ناموں سے بھی واقف نہ تھی۔ وہاں سے استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ مسجد کا نام و نشان نہیں۔ ہو پچیس دیہات میں صرف ایک مسجد تھی جب حضرت نے ایک سے جنازہ و نکاح کے متعلق پوچھا۔ تو جواب ملا۔ " اچھنیرہ سے قاضی آوے ہے اور وہی نکاح جنازہ پڑھاوے" چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اچھینرہ پہنچے قاضی سے ملنے گئے۔ لیکن قاضی صاحب اپنے بڑھاپے اور علالت کے باعث نہ مل سکے۔ صرف ان کا جانشین ملا وہ بھی عربی فارسی سے نابلد۔ چند الفاظ تھے جو اسے طلب زر اور جلب منفعت کے لئے رٹا دیئے گئے تھے۔ انہی الفاظ کے ہیر پھیر سے ان کی روزی چلتی تھی اس سے حضرت کو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت نے ایک بستی میں پہنچ کر لوگوں کو اکٹھا کیا اور ایک نہایت سادہ پر اثر اور درد انگیز تقریر کی۔ تقریر میں ان کو اسلامی احکام سمجھاتے اور سب کو کلمہ پڑھایا ان کے غیر اسلامی نام تبدیل کر کے صحیح اسلامی نام رکھے اس کے بعد علی گڑھ تشریف لے گئے لیکن ان تمام ہنگاموں علمی اور تبلیغی مشاغل کے باوجود روحانی اشغال بھی بدستور جاری تھے۔ اپنے پیر خانہ کے ساتھ تار جڑا ہوا تھا۔ امروٹ شریف اور دین پور شریف میں حاضری کو ترک نہیں کیا۔ بالآخر حضرت امروٹی اور حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، نے بالترتیب خلافت و امارت سے نواز دیا۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ و مجاز کیا ہے ان کے علاوہ انھوں نے کسی اور کو اجازت بیعت عطا نہیں کی۔

یہ اپیلیں زرد و ریشمی کپڑے پر لکھی ہوتی تھیں اور یہ زرد و ریشمی کپڑا تحریک انقلاب کے اراکین کا باہمی نشان تھا

ریشمی تحریک کے متعلق ایک ذمہ دار رکن نے ۱۹۱۴ء میں رپورٹ مرتب کی جس میں یہ درج تھا کہ آزاد حکومت ہند بنائی جا رہی ہے۔ جس کا فوجی ہیڈ کوارٹر کابل اور کیپٹل مدینہ منورہ ہوگا۔ کمانڈر انچیف شیخ الہند رحمہ ہوں گے۔ کابل میں حکومت ہند کے نگران مولانا سندھی ہوں گے۔ یہ رپورٹ نہایت رازداری سے مرتب کی گئی تھی۔ لیکن بد قسمتی سے برطانوی حکومت کے ہاتھ لگ گئی۔ اس سلسلہ میں حکومت انگلشیہ نے بڑا اودھم مچایا۔ گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ شیخ الہند کو حجاز میں ہی گرفتار کر لیا۔ حضرت کے پیران عظام کو بھی امروٹ اور دین پور سے گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد فتحپوری دہلی سے گرفتار کر کے مکان پر لے گئے۔ وہاں تلاشی لی اور کچھ کتابیں یا نوٹس اور درس کے شریک مسلمان سی آئی ڈی والے کی نشاندہی پر حضرت کی سند تعلیم بھی صندوق میں مقفل کر کے لے گئے۔ یہ سامان پھر کبھی واپس نہیں کیا گیا ۱۳۴۱ھ میں حضرت مولانا سندھی اور حضرت الامام مولانا مولوی سید محمد انور شاہ کاشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیو بند رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سندیں عطا فرمائیں۔

حضرت کو گرفتار کر کے دہلی، شملہ، لاہور، جالندھر کی مختلف حوالاتوں میں کئی ماہ گذارنے کے بعد ضلع جالندھر میں تھانہ راہوں میں نظر بند کر دیا گیا پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد رہا ہو گئے۔ لیکن حکومت وقت نے دہلی یا سندھ جانے پر پابندی لگا دی۔ چنانچہ لاہور میں آپ کو پابند ضمانت کر کے چھوڑ دیا گیا۔

حضرت کی اہلیہ بھی لاہور آگئیں۔ لاہور کی زندگی کا آغاز یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت مسجد لائن سبحان خاں جو شیرانوالہ دروازہ کے اندر پولیس کے قبضے میں تھی، میں نماز پنجگانہ ادا فرماتے تھے۔ پہلے فاروق گنج کی طرف جاتے ہوئے جو مسجد ہے اس میں درس شروع کیا پھر آہستہ آہستہ تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ بڑھنا شروع ہو گیا۔

لاہور میں آکر بھی ابتدائی ایام سخت مصیبت ومشقت میں گزرے مگر آپ کی مستقل مزاجی، صبر و توکل علی اللہ نے آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھولدیا ۱۹۱۷ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ باوجود انتہائی راز داری اور اخفاء کے لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ اور حضرت کے قدموں میں انیس سو روپیہ رکھدیا گیا۔ اس زمانہ کے اعتبار سے یہ رقم بہت زیادہ تھی۔ آٹا ۱۸ سیر فی روپیہ ملتا تھا اور تین سو روپیہ میں حج اور حاضری مدینہ منورہ حاصل ہو جاتی تھی۔

ہجرت کابل

مولانا جب حج سے فارغ ہو کر ہندوستان میں واپس آئے تو ہندوستان میں خلیفۃ المسلمین ترکیہ، کی حمایت میں خلافت کمیٹیاں قائم ہو چکی تھیں اور انگریزوں کے خلاف بغاوت کا جذبہ زوروں پر تھا۔ چنانچہ طے پایا کہ مسلمان ہندوستان کو چھوڑ دیں۔ ادھر والی کابل امیر امان اللہ خاں نے انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اور ہندی مسلمان بھی انگریزوں سے نالاں تھے خلیفۃ المسلمین کو انگریزوں اور فرانسیسیوں نے قید کر رکھا تھا۔ ان سب باتوں نے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ والئ کابل امیر امان اللہ خان نے ہندی مسلمانوں کو ہجرت کر کے کابل آنے کی دعوت دی تھی۔ ایک قافلہ تیار ہوا، اور اس کے میر کارواں حضرت رحمۃ اللہ علیہ مقرر کئے گئے۔ مسلمانانِ پنجاب نے حضرت کی خدمت میں دس ہزار روپیہ پیش کیا۔ حضرت نے اس کا سونا خرید کر کابل کے عام اجلاس میں امیر امان اللہ خان کو پیش کر دیا۔

کابل سے واپسی

شروع شروع میں مہاجرین اور افغانیوں کے لیے جو جذبہ کابلیوں اور افغانیوں نے دکھایا وہ بعد میں گھٹتے گھٹتے بالکل سرد ہو گیا دراصل انگریز یہاں بھی اپنی چال بازی میں کامیاب ہو گیا۔ انگریزوں نے کابلیوں سے صلح کر لی اور مہاجرین سے متعلق ان میں غلط فہمی پھیلا دی۔ اور بعد میں معاہدہ کر لیا جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ تمام ہندوستانی واپس بھیجدیئے جائیں۔ چنانچہ اس معاہدہ کی وجہ سے تمام مسلمان واپس آگئے۔ اگر مولانا احمد علی صاحب یا اور کوئی مسلمان مہاجر وہاں رہنے کی کوشش بھی کرتا تو وہ کوشش، کبھی بھی بارآور نہ ہوتی۔ اس لیے کہ حکومت کابل انگریزوں سے صلح کر چکی تھی۔ اور اسے منوانے پر مجبور تھی۔ اگر کوئی کابل سے نہ نکلتا تو ڈنڈے کے زور سے باہر نکالا جاتا۔ اس واپسی نے ہندوستان کے مسلمانوں کو کابلی حکومت سے بدگمان کر دیا۔ افغانستان کی حکومت کے افسر نے جو بے اعتنائی مہاجرین سے برتی وہ بھی مثالی ہے۔ دراصل اس معاہدے

علیہ دار العلوم دیوبند سے حضرت شیخ الہند مولینا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی اپنی تعلیم مکمل کر کے اپنے پیر خانہ سندھ جاتے ہوئے اپنی والدہ سے ملنے سیالکوٹ آئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے مولانا سندھی سے شیخ حبیب اللہ صاحب کے قبول اسلام اور دیانت و تقویٰ کا ذکر بھی کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا سندھی اپنی والدہ کے ہمراہ باہو چک آئے اور اپنے رشتہ کے بھائی سے ملے اس وقت شیخ حبیب اللہ صاحب نے اپنے لخت جگر کو حضرت مولانا سندھی کے حوالے کر دیا۔ اور یہ بھی کہا کہ میں نے اپنے بچہ کو اللہ کے دین کے لیے وقف کر دیا ہے۔ آپ اس کو قبول کریں اور دین سکھائیں چنانچہ مولینا سندھی نے اس بچہ کو قبول کر لیا اور اپنے ساتھ ہی سندھ لے گئے۔

تعلیم و تربیت

نو برس کی عمر تک مشکل یہ ہونہار بچہ پہنچ پایا تھا کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ سندھ کے ولی کامل اور قطب وقت حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت مولانا سندھی نے اس بچہ کی والدہ سے نکاح کر لیا۔ اس لحاظ سے حضرت سندھی مرحوم اس کے سوتیلے باپ بھی ہو گئے۔ چنانچہ اس بچے کے دوسرے بھائیوں کی بھی تربیت مولانا سندھی کے سپرد ہو گئی ہے لیکن کچھ عرصہ بعد یہ بچہ اپنی والدہ کی شفقتوں سے بھی محروم ہو گیا۔ وہ نکاح کے بعد کچھ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں۔

مولینا عبید اللہ کی شاگردی

مولینا سندھی سخت مزاج تھے۔ ہر وقت اس بچے کو کام میں مصروف رکھتے گھر کی ہر ضرورت کے لیے یہی بچہ ملازم اور مزدور کا کام دیتا تھا۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹنے سے لے کر پانی اور اپنے بھائیوں اور مولانا سندھی کے بچوں تک کے کپڑے دھونا وغیرہ سبھی کام اس بچہ کے ذمہ تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ننھی سی جان پر اتنا بوجھ ڈالنا بہت بڑی زیادتی ہے لیکن عامی کی نظر اور اہل دل کی نظر کے زاویے مختلف ہوتے رہیں۔ ہماری نظر یہی ہے جس کا اظہار کر دیا لیکن اہل دل کا نقطۂ نظر ہمارے وہم میں بھی نہیں آ سکتا۔ اہل ظاہر اور اہل باطن کا فرق یہیں سے واضح ہو جاتا ہے۔ پھر طرفہ تماشہ یہ کہ کھانے کو بھی پیٹ بھر نہیں دیا جاتا تھا۔ حضرت مولانا سندھی رحمۃ علیہ کے گھر سے روٹیاں آتی تھیں۔ ایک روٹی مولانا سندھی کھا لیتے اور دوسری یہ بچہ کھا لیتا۔ اور یہ حالت اس وقت تک قائم رہی جب کہ یہ بچہ مقتدا، نام اور پیشوائے دین بن چکا تھا۔ بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ جب طبیعت سیر نہ ہوتی اور تقاضہ شدید صورت اختیار کر جاتا تو جنگل میں جا کر پھلیوں وغیرہ سے پیٹ بھر لیا جاتا۔

سلسلہ قادریہ میں بیعت

سندھ کے مشہور مشائخ میں حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ جب انھوں نے اس نو سالہ بچے کو دیکھا نورِ فراست نے جو انھیں اپنے مشائخ کی اتباع میں اللہ کی طرف سے حاصل تھا۔ فوراً بتا دیا کہ یہ متاع گراں بہا ہے۔ اسے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ ایسے موتی روز روز نہیں ملتے۔ چنانچہ انھوں نے خود ہی اس بچے کو سلسلہ قادریہ میں داخل فرما کر تقویٰ اور پرہیز گاری کی تلقین کے ساتھ کچھ اذکار بھی تعلیم کر دیئے۔

درس نظامی کی تکمیل

ابتدائی صرف نحو عربی و فارسی کتب بھی حضرت سندھی نے پڑھائیں ۱۳۱۹ھ میں گوٹھ پیر

جھنڈا۔ ضلع سکھر میں مدرسہ دارالارشاد کی بنیاد رکھی گئی مولانا سندھی اس مدرسہ کے روحِ رواں تھے اور انہیں کی زیر نگرانی اس بچہ نے اپنی تعلیم کے بقیہ چھ سال مکمل کر کے درس نظامی کی تکمیل کی۔ مدرسہ دارالارشاد سے فارغ ہونے والوں میں پہلا نام اسی بچہ کا ہے جو اب بچہ نہیں بلکہ اپنی زندگی کے بائیس درجے گزار کر جوانی میں قدم رکھ چکا ہے۔ اب احمد علی ہی نہیں بلکہ مکمل عالم دین، فقیہہ، صرفی، نحوی، ادیب، محدث، مفتی اور مولانا احمد علی ہیں۔ ۱۳۲۶ھ میں حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو سند فراغت عطا ہوئی اور دستار فضیلت بھی باندھی گئی۔

جہادِ زندگی

اس کے بعد مولانا سندھی نے حضرت مولانا کو حکم دیا کہ اب اسی مدرسہ میں تم تعلیم بھی دو۔ چنانچہ حضرت نے تین سال تک اس مدرسہ میں درس نظامی کی تعلیم دی۔ مولانا سندھی نے اپنی پہلی زوجہ سے ایک بیٹی سے حضرت کا نکاح کر دیا لیکن وہ ایک سال بعد ہی انتقال فرما گئیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا ابو محمد احمد صاحب خطیب صوفی مسجد، کشمیری بازار۔ لاہور کی صاحبزادی سے مولانا سندھی نے رشتہ طے کر دیا۔ چنانچہ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی رسم نکاح خوانی ماہ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نے ادا کی۔ کتنے مبارک ہیں وہ جن کو مولانا عبیداللہ سندھی جیسا مربی و استاذ حضرت حضرت دین پوری جیسا شیخ قطب ارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ کے شاگرد مولانا ابو محمد احمد جیسا سسر اور استاذ الاساتذہ، مجاہد ملت شیخ الہند مولانا محمود حسن جیسا نکاح خواں میسر آیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

نواب شاہ میں قیام

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مصالح کی بنار پر حضرت مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے دارالارشاد سے علیحدگی اختیار کر کے نواب شاہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ ابھی ابتدائی مراحل بھی طے نہ کر پایا تھا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مولانا سندھی نے حضرت مولانا کو نواب شاہ سے دہلی بلا لیا۔

نظارۃ المعارف القرآنیہ

القرآنیہ کا قیام بھی حضرت شیخ الہند کے حکم سے ہوا تھا۔ چنانچہ اس کا دفتر جو اس وقت دہلی کی مسجد فتحپوری میں تھا، سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی منسلک ہو گئے۔ یہ مدرسہ جس میں قرآن مجید کی انقلابی تفسیر قرآن و سنت کی ولی اللہی تعبیر کے مطابق سکھائی جاتی تھی۔ حکومتِ برطانیہ کی نگاہ میں کھٹکتا تھا۔ اس کا مقصد وجود ہی مسلمانوں میں دینی ولولہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونکنا تھا۔ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا پروگرام یہ تھا کہ عالم اسلام کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کیا جائے اور انہیں اس امر پر مجبور کیا جائے کہ وہ متحد ہو کر ہندوستان پر حملہ کر کے انگریز کو مار بھگائیں۔ اس سلسلہ میں جہاں یہ بات ضروری تھی کہ اسلامی حکومتوں کو ترغیب دلائی جائے۔ وہاں یہ امر بھی نہایت ضروری تھا کہ ہندوستان میں موجود مسلمانوں کو بھی اس جہاد دینی دلی کے لیے تیار کیا جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بارشاد مولانا سندھی مرحوم دہلی کے گرد و نواح میں تبلیغی سفر کا آغاز کر دیا۔ جب آگرہ و مضافات آگرہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں تو صرف نام کے مسلمان ہیں ایسے مسلمانوں سے بھی واسطہ پڑا جو کلمہ بھی نہیں جانتے تھے۔ جن کے نام بھی غیر اسلامی تھے۔ کسی کا

تفسیری خدمات کا تاریخی جائزہ

مفسّرینِ قرآنِ کریم سنہ ۱۰۰۰ھ تک

قرآن کریم کی اعجازی شان کا یہ پہلو بہت ممتاز ہے کہ اس کے متنوع موضوعوں پر ہر زمانے میں ہزاروں تفاسیر لکھی گئی ہیں۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ الف اول یعنی سنہ ۱۰۰۰ھ تک ہونے والے مفسرین قرآن کریم کی اجمالی فہرست پیش کی جاتی ہے

تحریر: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دارالارشاد، کیمبلپور

پہلی اور دوسری صدی ہجری

نمبر شمار	اسماء مفسرین	سال وفات	نام تفسیر و کیفیت
۱	ابی کعب رضؓ	سنہ ۲۰ھ	تفسیری اقوال تفسیر بغوی میں با سند موجود ہیں۔
۲	عبداللہ بن مسعود رضؓ	سنہ ۳۲ھ	
۳	مسروق بن اجدع رضؓ	سنہ ۶۳ھ	
۴	عبداللہ بن عباس رضؓ	سنہ ۶۸ھ	قلمی تفسیر مخطوطہ سنہ ۲۱۹ھ عارف بے کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
۵	رفیع بن مہران بصری	سنہ ۹۰ھ	حاکم نے مستدرک میں ان کے تفسیری اقوال کو جمع کیا ہے۔
۶	سعید بن جبیر اسدی	سنہ ۹۵ھ شہید	
۷	ابوالاسود بن عمر بصری	سنہ ۱۰۱ھ	
۸	ضحاک بن مزاحم ہلالی خراسانی	سنہ ۱۰۲ھ	
۹	عکرمہ افریقی ثم مدنی	سنہ ۱۰۴ھ	
۱۰	مجاہد بن جبیر	سنہ ۱۰۴ھ	تفسیر ابن جریر میں انکے اقوال کو جمع کر دیا گیا

نمبر شمار	اسماء مفسرین	سال وفات	نام تفسیر و کیفیت
۱۱	طاؤس بن کیسان یمنی	سنہ ۱۰۶ھ	
۱۲	عطا بن ابی رباح	سنہ ۱۱۴ھ	
۱۳	قتادہ بن دعامہ	سنہ ۱۱۷ھ	
۱۴	محمد بن کعب قرظی	سنہ ۱۱۸ھ	
۱۵	اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدّی	سنہ ۱۲۷ھ	
۱۶	زید بن اسلم مدنی	سنہ ۱۳۶ھ	
۱۷	علی بن ابی طلحہ	سنہ ۱۴۳ھ	اس صحیفہ کے کچھ اقتباسات محمد عبدالفواد باقی نے سنہ ۱۹۵۵ء میں طبع کرایا۔
۱۸	ابو عمرو بن	سنہ ۱۴۵ھ	
۱۹	ابو نصر محمد بن السائب کلبی	سنہ ۱۴۶ھ	
۲۰	ابو الحسن مقاتل بن سلیمان	سنہ ۱۵۰ھ	
۲۱	مقاتل بن حیان خراسانی	سنہ ۱۵۰ھ	زاد التفسیر تفسیر کا نام ہے۔
۲۲	عبدالملک بن عبدالعزیز	سنہ ۱۵۰ھ	
۲۳	زائدہ بن قدامہ کوفی	سنہ ۱۶۱ھ شہید	کتاب التفسیر
۲۴	مالک بن انس (امام مالک)	سنہ ۱۷۹ھ	غریب القرآن
۲۵	ابو عبدالرحمٰن یونس	سنہ ۱۸۲ھ	معانی القرآن الکریم
۲۶	وکیع بن الجراح	سنہ ۱۹۷ھ	تفسیر وکیع

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۲۷	ابو محمد سفیان بن عیینہ ہلالی	سنہ ۱۹۸ھ	
۲۸	ابو زکریا یحییٰ بن سلام	سنہ ۲۰۰ھ	

تیسری صدی ہجری کے مفسرینِ کرام

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۲۹	روح بن عبادہ بصری	سنہ ۲۰۵ھ	
۳۰	ابو علی محمد معروف قطرب	سنہ ۲۰۶ھ	معانی القرآن
۳۱	حجاج بن محمد	سنہ ۲۰۶ھ	
۳۲	ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء	سنہ ۲۰۷ھ	تفسیر القرآن
۳۳	ابو عبداللہ محمد بن عمر الواقدی	سنہ ۲۰۷ھ	تفسیر القرآن
۳۴	محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم	سنہ ۲۰۸ھ	احکام القرآن
۳۵	حافظ عبدالرزاق بن ہمام	سنہ ۲۱۱ھ	تفسیر کے ۱۷۳ اوراق مصر میں قلمی موجود ہیں
۳۶	ابو الحسن سعید بن مسعدہ (اخفش)	سنہ ۲۱۵ھ	تفسیر معانی القرآن
۳۷	حافظ سنید بن داؤد	سنہ ۲۲۶ھ	
۳۸	محمد بن حاتم السمین	سنہ ۲۳۵ھ	آپ کی تفسیر کے حوالے جُمَل میں موجود ہیں
۳۹	اسحٰق بن ابراہیم (راہویہ)	سنہ ۲۳۸ھ	
۴۰	عبدالمطلب بن حبیب سلمی	سنہ ۲۳۸ھ	کتب کثیرہ فی التفسیر
۴۱	عثمان بن ابی شیبہ	سنہ ۲۳۸ھ	
۴۲	علی بن ایاس (سعدی)	سنہ ۲۴۳ھ	احکام القرآن
۴۳	عبد بن حمید (کچھی)	سنہ ۲۴۹ھ	رن کچھ کا مفسر القرآن (پاکستانی)، ان کی مرتبہ تفسیر شاہ عبدالعزیزؒ نے دیکھی۔
۴۴	محمود بن احمد سمرقندی	سنہ ۲۵۵ھ	
۴۵	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	سنہ ۲۵۵ھ	
۴۶	محمد بن سحنون قیروانی	سنہ ۲۵۶ھ	احکام القرآن
۴۷	محمد بن اسمٰعیل امام بخاری	سنہ ۲۵۶ھ	تفسیر القرآن۔ اسکوریال میں قلمی ۱۲۵۵ موجود ہے
۴۸	عبداللہ بن سعید کوفی	سنہ ۲۵۷ھ	
۴۹	احمد بن الفرات	سنہ ۲۵۸ھ	
۵۰	محمد بن عبداللہ بن الحکم	سنہ ۲۶۸ھ	احکام القرآن
۵۱	محمد بن یزید بن ماجہ (محدث)	سنہ ۲۷۳ھ	
۵۲	بقی بن مخلد اندلسی	سنہ ۲۷۶ھ	
۵۳	ابو محمد عبداللہ بن مسلم	سنہ ۲۷۶ھ	معانی القرآن تاویل مشکل القرآن مطبوعہ ہے
۵۴	جعفر بن محمد رازی	سنہ ۲۷۹ھ	
۵۵	اسمٰعیل بن اسحٰق بغدادی	سنہ ۲۸۲ھ	
۵۶	ابو محمد سہل بن عبداللہ	سنہ ۲۸۳ھ	مختصر سی تفسیر مطبوعہ ہے۔
۵۷	ابو یحییٰ زکریا بن داؤد	سنہ ۲۸۶ھ	
۵۸	احمد بن داؤد دینوری	سنہ ۲۹۰ھ	تفسیر الدینوری
۵۹	عبداللہ بن احمد بن حنبل	سنہ ۲۹۰ھ	
۶۰	احمد بن یحییٰ (ثعلب)	سنہ ۲۹۱ھ	معانی القرآن کتاب القرآن
۶۱	ابو جعفر محمد بن عثمان	سنہ ۲۹۷ھ	تفسیر القرآن کے کچھ حصے قاہرہ میں اور کچھ حصے مدینہ منورہ میں قلمی موجود ہیں۔

چوتھی صدی ہجری کے مفسرینِ کرام

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۶۲	علی بن موسیٰ بن یزداد	سنہ ۳۰۵ھ	احکام القرآن
۶۳	ابو الاسود موسیٰ بن عبدالرحمٰن	سنہ ۳۰۶ھ	احکام القرآن ۱۲ جلدیں
۶۴	فرات بن ابراہیم بن فرات	اوائل صدی چہارم	تفسیر فرات
۶۵	ابو عبداللہ بن محمد دینوری	سنہ ۳۰۸ھ	قلمی نسخہ کامل خزانہ اباصوفیہ نمبر ۲۲۱، ۲۲۲ موجود ہے۔
۶۶	ابو الطیب محمد بن الفضل	محرم سنہ ۳۰۸ھ	ضیاء القلوب بیس اجزاء
۶۷	ابو بکر محمد بن ابراہیم	سنہ ۳۱۰ھ	کتاب الاوسط
۶۸	محمد بن جریر طبری	سنہ ۳۱۰ھ	کامل تفسیر مطبوعہ ہے۔

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۶۹	ولید بن ابان	۳۱۰ھ	
۷۰	ابوبکر عمر بن بجیر	۳۱۱ھ	
۷۱	قتیبہ بن احمد بخاری	۳۱۶ھ	تفسیر قتیبہ
۷۲	ابواسحٰق ابراہیم بن محمد زجاج	۳۱۶ھ	معانی القرآن
۷۳	سلیمان بن اشعث سیستانی	۳۱۶ھ	کتاب التفسیر
۷۴	عبداللہ بن حنین	۳۱۸ھ	
۷۵	ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بلخی	۳۱۹ھ	تفسیر القرآن بارہ جلدوں میں
۷۶	احمد بن محمد دینوری	۳۲۲ھ	معانی القرآن
۷۷	احمد بن محمد (امام طحاوی)	۳۲۲ھ	احکام القرآن تفسیر القرآن
۷۸	ابومسلم محمد بن بحر اصفہانی	۳۲۲ھ	جامع التاویل لمحکم التنزیل
۷۹	ابوبکر احمد بن علی (ابن الاخشید)	۳۲۶ھ	اختصار تفسیر طبری
۸۰	عبدالرحمٰن بن ابی حاتم	۳۲۷ھ	مطبوعہ ہے اور قلمی کتبخانہ محمودیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے
۸۱	ابوبکر محمد بن القاسم نحوی	۳۲۸ھ	کتب کثیرہ فی تفسیر القرآن
۸۲	محمد بن محمد ماتریدی	۳۳۳ھ	شرح التاویلات کا قلمی نسخہ پٹنہ میں موجود ہے
۸۳	احمد بن جعفر (ابن المنادی)	۳۳۶ھ	
۸۴	احمد بن محمد مصری (ابن نحاس)	۳۳۷ھ	کتاب الناسخ والمنسوخ، اعراب القرآن
۸۵	علی بن حمشاد	۳۳۸ھ	
۸۶	قاسم بن اصبغ بن محمد (بیانی)	۳۴۰ھ	احکام القرآن
۸۷	ابوبکر محمد بن الحسن (ابن مقسم)	۳۴۱ھ	انوار فی تفسیر القرآن ۔ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے ۔
۸۸	ابومحمد عبداللہ بن جعفر	۳۴۲ھ	
۸۹	قاضی ابواحمد بن احمد بن ابراہیم (عسّالی)	۳۴۹ھ	

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۹۰	احمد بن کامل الشجری	۳۵۰ھ	
۹۱	محمد بن الحسن (نقاش)	۳۵۱ھ	شفاء الصدور (غیر معتمد علیہ)
۹۲	ابوعبداللہ محمد بن محمد	۳۵۳ھ	تفسیر مطبوعہ ہے
۹۳	احمد بن محمد الجبری	۳۵۳ھ شہید	تفسیر کلاں
۹۴	شیخ امام ابونصر بن سعید	۳۵۳ھ	تاج المعانی
۹۵	محمد بن القاسم مصری	۳۵۵ھ	احکام القرآن
۹۶	ابوالقاسم بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ	
۹۷	عبدالعزیز غلام خلال	۳۶۳ھ	
۹۸	محمد بن علی بن اسمٰعیل قفال	۳۶۵ھ	تفسیر قفال غیر معتمد علیہ
۹۹	ابواحمد عبداللہ محمد اصبہانی	۳۶۹ھ	
۱۰۰	احمد بن علی جصاص	۳۷۰ھ	احکام القرآن
۱۰۱	ابومنصور محمد بن احمد ہروی	۳۷۰ھ	کتاب التفسیر
۱۰۲	محمد بن الحسن نوزتی	۳۷۰ھ	تفسیر القرآن
۱۰۳	حسین بن احمد (ابن خالویہ)	۳۷۰ھ	آداب القرآن پ ۳۰ مطبوعہ حیدرآباد دکن
۱۰۴	ابوعلی الحسن بن احمد شیرازی	۳۷۷ھ	آداب القرآن (مصر میں قلمی موجود ہے)
۱۰۵	ابومنصور محمد بن احمد شافعی	۳۸۰ھ	تقریب فی التفسیر
۱۰۶	ابوعلی الحسن بن عبداللہ عسکری	۳۸۲ھ	تفسیر القرآن
۱۰۷	علی بن عیسیٰ رُمّانی	۳۸۳ھ	تفسیر کی ساتویں جز پیرس میں قلمی موجود ہے ۔
۱۰۸	ابومحمد سہل بن عبداللہ	۳۸۳ھ	مطبوعہ ہے ۔
۱۰۹	محمد بن العباس بغدادی	۳۸۴ھ	کئی تفسیریں لکھی ہیں ۔
۱۱۰	ابوحفص بن شاہین	۳۸۵ھ	تیس جلدوں میں تفسیر قرآن مجید لکھی ہے ۔
۱۱۱	محمد بن علی مصری	۳۸۸ھ	الاستغنا فی علم القرآن ایک سو بیس جلدوں میں لکھی جو

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
			مصر میں قاضی عبدالرحیم کے کتب خانہ میں موجود تھا۔
۱۱۲	نصر بن محمد ابواللیث سمرقندی	سنہ ۳۹۳ھ	اس تفسیر ابواللیث کا ایک نسخہ ترکی میں ایا صوفیہ کے کتب خانہ میں ہے اور ایک نسخہ ملک لائبریری لاہور میں موجود ہے
۱۱۳	محمد ابوعبداللہ بن عبداللہ غرناطی	سنہ ۳۹۹ھ	
۱۱۴	خلف بن احمد سیستانی	سنہ ۳۹۹ھ شہید	ایک نسخہ مدرسہ صابونی بغداد میں تھا یہ سو جلدوں میں ہے۔

پانچویں صدی ہجری کے مفسرین کرام

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۱۱۵	احمد بن علی بن احمد باغانی	سنہ ۴۰۱ھ	احکام القرآن
۱۱۶	ابوعبید احمد بن ابی عبید	سنہ ۴۰۱ھ	غریب القرآن کا قلمی نسخہ دارالکتب مصریہ میں موجود ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ سنہ ۶۶۷ھ خدابخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے
۱۱۷	ابوبکر محمد بن الحسن اصفہانی	سنہ ۴۰۶ھ	معانی القرآن
۱۱۸	محمد بن الحسین الشریف الرضی	سنہ ۴۰۶ھ	معانی القرآن بحقائق التاویل فی متشابہ التنزیل۔ کتبخانہ مشہد میں موجود ہے
۱۱۹	ابوبکر محمد بن الحسن اصفہانی	سنہ ۴۰۶ھ	معانی القرآن
۱۲۰	محمد بن الحسن بن فورک	سنہ ۴۰۶ھ	معانی القرآن
۱۲۱	امام ابوبکر محمد بن الحسن	سنہ ۴۰۶ھ	
۱۲۲	احمد بن موسیٰ بن مردویہ	سنہ ۴۱۰ھ	
۱۲۳	محمد بن الحسین سلمی	سنہ ۴۱۲ھ	حقائق التفسیر (غیر معتبر)
۱۲۴	ہبۃ اللہ بن سلامہ	سنہ ۴۱۰ھ	

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۱۲۵	ابواسحٰق احمد بن ابراہیم ثعلبی	سنہ ۴۲۷ھ	قلمی نسخے۔ مصر، رامپور لکھنؤ میں موجود ہیں۔
۱۲۶	عبدالقاہر بن محمد تمیمی	سنہ ۴۲۹ھ	
۱۲۷	احمد بن محمد بن عبداللہ	سنہ ۴۲۹ھ	
۱۲۸	شیخ ابوالحسن صوفی	سنہ ۴۳۰ھ	البرہان فی تفسیر القرآن (دارالکتب المصریہ میں موجود ہے)
۱۲۹	ابوعبدالرحمٰن اسمٰعیل بن احمد	سنہ ۴۳۰ھ	الکفایۃ فی التفسیر، وجوہ القرآن
۱۳۰	علی بن سلیمن زہرادی	سنہ ۴۳۱ھ	
۱۳۱	ابومحمد عبداللہ بن یوسف شافعی	سنہ ۴۳۷ھ	حدائق ذات بہجۃ۔ تین سو جلدوں میں ہے۔
۱۳۲	مکی بن ابی طالب القیسی	سنہ ۴۳۷ھ	کئی کتابیں تفسیر کے متعلق لکھیں۔
۱۳۳	احمد بن محمد اندلسی	سنہ ۴۴۰ھ	التفصیل الجامع
۱۳۴	ابوسعید عثمان الدانی	سنہ ۴۴۴ھ	
۱۳۵	اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن	سنہ ۴۴۹ھ	تفسیر صابونی
۱۳۶	ابوالحسن علی بن محمد بصری	سنہ ۴۵۰ھ	النکت والعیون کوپریلو اور رام پور میں ایک ایک نسخہ قلمی موجود ہے۔
۱۳۷	محمد بن احمد بن مطرف کنانی	سنہ ۴۵۴ھ	
۱۳۸	احمد بن الحسین بیہقی	سنہ ۴۵۸ھ	احکام القرآن مطبوعہ ہے
۱۳۹	ابومسلم محمد بن علی	سنہ ۴۵۹ھ	تفسیر چو بیس جلدوں میں ہے
۱۴۰	امام عبدالکریم بن ہوازن	سنہ ۴۶۵ھ	التیسیر فی التفسیر۔ رضا لائبریری رامپور اور لیدن کے کتب خانہ برل میں موجود ہے
۱۴۱	علی بن احمد الواحدی	سنہ ۴۶۸ھ	اس کی دوسری جلد مخطوطہ سنہ ۴۷۶ھ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۱۴۲	شہفور بن طاہر اسفرائنی	۴۷۱ھ	تاج التراجم - یہ فارسی زبان میں ہے
۱۴۳	ابوالولید باجی	۴۷۴ھ	تفسیر القرآن
۱۴۴	عبدالکریم بن عبدالصمد	۴۷۸ھ	
۱۴۵	ابوالحسن علی بن فضال	۴۷۹ھ	برہان العمیدی ۳۵ جلدوں میں ہے
۱۴۶	عبداللہ بن محمد ہروی	۴۸۰ھ	یہ فارسی میں ہے اور طبع ہو چکا ہے۔
۱۴۷	ابومعین الدین ناصر بن خسرو	۴۸۱ھ	
۱۴۸	علی بن محمد بزدوی	۴۸۲ھ	تفسیر قرآن مجید ایک سو بیس جلدوں میں ہے
۱۴۹	حسن بن علی	۴۸۴ھ	المقنع
۱۵۰	علی بن الحسن بن علی	۴۸۴ھ	
۱۵۱	عبداللہ بن محمد بن باقیا	۴۸۵ھ	کتاب الجمان کویت سے حال ہی میں شائع ہوئی۔
۱۵۲	عبدالواحد بن محمد شیرازی	۴۸۶ھ	الجواہر
۱۵۳	محمد بن عبدالحمید سمرقندی	۴۸۸ھ	
۱۵۴	محمد بن عبدالجبار مروزی	۴۸۹ھ	
۱۵۵	امام ابوالقاسم عبدالکریم	۴۸۹ھ	لطائف الاشارات
۱۵۶	علی بن سہل نیشاپوری	۴۹۱ھ	زاد الحاضر والبادی
۱۵۷	سلیمان بن عبداللہ نہروانی	۴۹۴ھ	
۱۵۸	ابوطاہر احمد بن علی	۴۹۹ھ	المستنیر
۱۵۹	عبدالوہاب بن محمد شیرازی	۵۰۰ھ	

چھٹی صدی ہجری کے مفسرین کرام

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۱۶۰	ابوالقاسم حسین محمد اصفہانی	۵۰۲ھ	غرۃ التنزیل - کامل نسخہ استنبول میں ہے۔
۱۶۱	ابوزکریا یحییٰ بن علی	۵۰۲ھ	الملخص چودہ جلدوں میں ہے
۱۶۲	محمد بن محمد غزالی (امام)	۵۰۵ھ	یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں ہے۔
۱۶۳	ابوغالب شجاع بن فارس	۵۰۷ھ	
۱۶۴	استاذ ابونصر قشیری	۵۱۴ھ	
۱۶۵	ابومحمد حسین فراء بغوی	۵۱۶ھ	معالم التنزیل عام ملتی ہے
۱۶۶	محمود بن عمر زمخشری	۵۲۸ھ	تفسیر کشاف عام ملتی ہے
۱۶۷	ابوالحسن علی بن عبداللہ		
۱۶۸	محمد بن عبدالملک کرجی	۵۳۲ھ	
۱۶۹	علی بن مسلم بن الفتح		
۱۷۰	شیخ الاسلام اسمٰعیل بن محمد قریشی	۵۳۵ھ	جامع التفسیر تیس جلدوں میں ہے۔ موضح فی التفسیر تین جلدوں میں اور فارسی میں ہے المعتمد فی التفسیر دس جلدوں میں ہے۔
۱۷۱	عالی بن ابراہیم غزنوی	۵۳۷ھ	تفسیر التفسیر تفسیر کا نام ہے
۱۷۲	عمر بن محمد نسفی	۵۳۸ھ	التیسیر فی علم التفسیر تا آل عمران مکتوبہ ۱۱۸۵ھ پبلک لائبریری لاہور میں ہے۔
۱۷۳	محمد بن عبداللہ بن محمد (ابن العربی)	۵۴۳ھ	انوار الفجر اسی ہزار اوراق میں ہے
۱۷۴	ابوالمحاسن مسعود بن علی بیہقی	۵۴۴ھ	تفسیر بیہقی
۱۷۵	محمد بن عبدالرحمٰن		
۱۷۶	محمد بن طیفور سجاوندی	....	
۱۷۷	ابومحمد عبدالحق بن غالب	۵۴۶ھ	تفسیر ابن عطیہ متداول ہے
۱۷۸	نورالدین علی بن الحسین باقولی	۵۴۶ھ	

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۱۷۹	محمد بن عبد الکریم امام شہرستانی	سنہ ۵۴۷ھ	مفاتیح الاسرار مصباح الابرار تفسیر کا نام ہے ایک ناقص نسخہ مخطوطہ سنہ ۶۶۷ھ ایران میں ہے۔
۱۸۰	محمد بن عبد الحمید سمرقندی	سنہ ۵۵۲ھ	
۱۸۱	ابو عبد اللہ الحسین بن محمد مروزی	سنہ ۵۵۹ھ	
۱۸۲	ابو الفضل محمد بن ابی القاسم خوارزمی	سنہ ۵۶۲ھ	مفتاح التنزیل کا مخطوطہ دمشق میں ہے۔
۱۸۳	ابو عبد اللہ محمد بن ابی محمد مستعلی	سنہ ۵۶۵ھ	کتاب الینبوع فی التفسیر القرآن
۱۸۴	محمد بن اسعد	سنہ ۵۶۷ھ	تفسیر غیر معتمد علیہ
۱۸۵	خضر بن نصر بن عقیل اربلی	سنہ ۵۶۷ھ	
۱۸۶	ابو بکر محمد عبد الغنی بن قاسم	سنہ ۵۷۲ھ	
۱۸۷	علامہ ابو بکر محمد بن العربی	سنہ ۵۴۳ھ	احکام القرآن تین جلدوں میں ہے
۱۸۸	ابو جعفر محمد بن محمود نیشاپوری	سنہ ۵۷۷ھ	العجائب کئی جلدوں میں ہے اور فارسی میں ہے اس کا ایک نسخہ مخطوطہ سنہ ۶۱۲ھ ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے
۱۸۹	علی بن عبد اللہ بن خلف	سنہ ۵۷۷ھ	تفسیر کا نام ری الظمآن ہے
۱۹۰	ابو القاسم عبد الرحمٰن بن الخطیب	سنہ ۵۸۱ھ	التعریف والاعلام مطبوعہ ہے
۱۹۱	ناصر الدین عالی ابن ابراہیم	سنہ ۵۸۲ھ	تفسیر التفسیر دو جلدوں میں ہے
۱۹۲	احمد بن محمد عتابی	سنہ ۵۸۶ھ	تفسیر القرآن
۱۹۳	احمد بن اسماعیل قزوینی	سنہ ۵۹۰ھ	تفسیر بے نظیر
۱۹۴	علی بن عمر بن احمد حرّانی	سنہ ۵۹۵ھ	تفسیر کبیر
۱۹۵	ابو الفرج عبد الرحمٰن (ابن جوزی)	سنہ ۵۹۷ھ	زاد المسیر فارسی زبان میں ہے قلمی نسخہ مدینہ منورہ اور ٹونک میں بھی ہے
۱۹۶	عبد المنعم بن محمد غرناطی	سنہ ۵۹۹ھ	احکام القرآن
۱۹۷	ابو القاسم محمود بن حمزہ کرمانی	اواخر صدی	لباب التفسیر

ساتویں صدی ہجری کے مفسرین کرام

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۱۹۸	شیخ ابو محمد روزبہان بقلی	سنہ ۶۰۶ھ	عرائس البیان ملتی ہے۔ مگر غیر معتمد علیہ ہے۔
۱۹۹	ابو عبد اللہ محمد بن عمر طبرستانی (امام رازی)	سنہ ۶۰۶ھ (شہید)	مفاتیح الغیب مشہور تفسیر کبیر ہے
۲۰۰	مبارک بن محمد شیبانی (ابن اثیر)	سنہ ۶۰۶ھ	تفسیر القرآن
۲۰۱	عبد الجلیل بن موسیٰ انصاری	سنہ ۶۰۸ھ	
۲۰۲	تاج الاسلام ابو سعد تمیمی	سنہ ۶۱۴ھ	
۲۰۳	الشیخ عبد اللہ العکبری	سنہ ۶۱۶ھ	
۲۰۴	نجم الدین بشیر	سنہ ۶۱۸ھ شہید	قرآن کریم بارہ جلدوں میں لکھی
۲۰۵	ابراہیم بن علی بن محمد السلمی	سنہ ۶۱۵ھ شہید	کتاب التمیز
۲۰۶	ابو احمد بن خیری	سنہ ۶۲۰ھ	تفسیر
۲۰۷	یحییٰ بن احمد بن خلیل	سنہ ۶۲۶ھ	الحسنات والسیات تفسیر کا نام ہے،
۲۰۸	امام عبد السلام بن عبد الرحمٰن	سنہ ۶۲۷ھ	الارشاد فی التفسیر عکسی نسخہ قاہرہ میں موجود ہے
۲۰۹	امام شیخ حسام الدین سمرقندی	سنہ ۶۲۸ھ	مطلع المعانی منبع المبانی کئی جلدوں میں ہے
۲۱۰	محمد بن علی شیخ اکبر (ابن عربی)	سنہ ۶۲۸ھ	تفسیر القرآن ۹۵ جلدوں میں ہے،
۲۱۱	معانی بن اسماعیل	سنہ ۶۳۰ھ	البیان فی تفسیر القرآن ہے
۲۱۲	علی بن احمد بن الحسن حرالی	سنہ ۶۳۷ھ	
۲۱۳	امام بکر قفص بخاری	سنہ ۶۴۰ھ	لطائف التفسیر فارسی مرشد عالم حاجی امداد اللہ صاحب کے تبرکات میں موجود ہے
۲۱۴	علم الدین علی بن محمد سخاوی	سنہ ۶۴۳ھ	
۲۱۵	عبد الرحمٰن بن محمد لخمی	سنہ ۶۴۳ھ	
۲۱۶	نجم الدین بشیر ابن ابی بکر	سنہ ۶۴۶ھ	کتاب اعراب القرآن المجید چار جلد
۲۱۷	شیخ عبد الواحد بن عبد الکریم	سنہ ۶۵۱ھ	نہایۃ التامیل فی علوم التنزیل

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
			دو نسخے دارالکتب المصریہ میں ہیں
۲۱۸	یوسف بن قزاعلی جوزی	۶۵۴ھ	تفسیر القرآن ۲۹ جلدوں میں ہے
۲۱۹	محمد بن یوسف مزوعی	۶۵۵ھ	
۲۲۰	نجم الدین مختار زاہدی	۶۵۸ھ	تفسیر زاہدی مشہور متداول رہی ہے۔
۲۲۱	محمود بن احمد ابو المناقب	۶۵۹ھ	
۲۲۲	شیخ عزالدین رسعنی	شہید ۶۶۰ھ	رموز الکنوز آٹھ جلدوں میں ہے
۲۲۳	عبدالعزیز بن عبدالسلام (سلطان العلماء)	۶۶۰ھ	مجاز القرآن مطبوعہ مصر تفسیر
۲۲۴	عبدالرزاق بن رزق اللہ	۶۶۱ھ	مطلع انوار التنزیل چار جلدوں میں ہے
۲۲۵	عبدالعزیز بن ابراہیم القرشی	۶۶۴ھ	
۲۲۶	محمد بن سلیمان بن الحسن (ابن نقیب حنفی)	۶۶۸ھ	تفسیر ابن نقیب ۹۹ جلدوں میں ہے
۲۲۷	عبداللہ بن محمد فرحون	۶۶۹ھ	تفسیر ابن عطیہ زبانی حفظ تھی
۲۲۸	محمد بن احمد بن فرح	۶۷۱ھ	احکام القرآن بارہ جلد مطبوعہ ہے
۲۲۹	موفق الدین احمد بن یوسف	۶۸۰ھ	تفسیر کواشی
۲۳۰	عبدالجبار بن عبدالخالق	۶۸۱ھ	تفسیر القرآن آٹھ جلدوں میں ہے
۲۳۱	احمد بن محمد بن منصور	۶۸۳ھ	تفسیر ابن المنیر مطبوعہ ہے
۲۳۲	احمد بن عمر انصاری	۶۸۵ھ	تفسیر جہدی دس جلدوں میں ہے،
۲۳۳	قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر	۶۸۵ھ	تفسیر بیضاوی مشہور اور مقبول ہے اس کے تیس سے زیادہ حواشی اور شروح ہیں۔
۲۳۴	محمد بن محمد برہان نسفی	۶۸۷ھ	
۲۳۵	شیخ عبدالعزیز بن احمد	۶۹۴ھ	عربی تفسیر منظوم تین ہزار دو سو اشعار میں مطبوعہ اور دستیاب ہے
۲۳۶	بہاء الدین ہبۃ اللہ بن عبداللہ قفطی	۶۹۶ھ	
۲۳۷	المنجا بن عثمان دمشقی	۶۹۶ھ	

آٹھویں صدی ہجری کے مفسرین کرام

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۲۳۸	ابراہیم بن احمد بن محمد	۷۰۳ھ	تفسیر القرآن
۲۳۹	ابو البرکات عبداللہ احمد امام نسفی	۷۰۱ھ	تفسیر مدارک عام مشہور اور دستیاب ہے،
۲۴۰	عبدالکریم بن علی انصاری	۷۰۴ھ	تفسیر قرآن مجید بھی ہے۔
۲۴۱	عبدالواحد بن محمد مالکی	۷۰۵ھ	
۲۴۲	شیخ امام بدرالدین جبلی	۷۰۵ھ	مختصر الراشف من زلل الکاشف لکھی
۲۴۳	ابو جعفر احمد بن ابراہیم	۷۰۸ھ	تفسیر القرآن
۲۴۴	علامہ قطب الدین محمود شیرازی	۷۱۰ھ	تفسیر علامہ چالیس جلدوں میں ہے
۲۴۵	محمد بن ابی القاسم ربعی	۷۱۵ھ	
۲۴۶	خواجہ رشید الدین فضل اللہ	۷۱۸ھ	
۲۴۷	عماد الکندی	۷۲۰ھ	کفیل بمعانی التنزیل ۲۳ جلدوں میں ہے
۲۴۸	احمد بن محمد ازدی	۷۲۴ھ	عنوان الدلیل
۲۴۹	احمد بن محمد بن ابی الحزم مکی	۷۲۷ھ	تکملہ تفسیر کبیر
۲۵۰	احمد بن محمد بن عبدالولی	۷۲۷ھ	فتح القدیر تفسیر کا نام ہے۔
۲۵۱	احمد بن تیمیہ (امام ابن تیمیہ)	۷۲۸ھ	تفسیر قرآن کریم کامل ہے۔
۲۵۲	السید محمد بن ادریس	۷۳۲ھ	النہج القویم فی تفسیر القرآن الکریم
۲۵۳	امام برہان الدین جعبری	۷۳۲ھ	
۲۵۴	عبدالواحد بن شرف الدین	۷۳۹ھ	تفسیر قرآن مجید دس جلدوں میں ہے
۲۵۵	ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم حموی	۷۳۶ھ	تفسیر کا نام روضات الجنان ہے دس جلدوں میں ہے۔
۲۵۶	علی بن عثمان دمشقی	۷۳۹ھ	تفسیر خازن مشہور و معروف ہے
۲۵۷	علی بن محمد بن شیخی	۷۴۱ھ	التاویل لمعالم التنزیل تفسیر کا نام ہے
۲۵۸	ابوالحسین ابن ابی بکر اسکندری	۷۴۱ھ	تفسیر اسکندری دس جلدوں میں ہے
۲۵۹	الحسین بن محمد بن عبداللہ (علامہ طیبی)	۷۴۳ھ	حاشیہ کشاف لکھا جس کا قلمی نسخہ محررہ ۷۹۶ھ خدابخش لائبریری پٹنہ میں ہے۔

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر وکیفیت
۲۶۰	محمد بن احمد بن عبد الہادی	۷۴۴ھ	تفسیر قرآن مجید لکھی ہے
۲۶۱	محمد بن یوسف اثیر الدین	۷۴۵ھ	تفسیر البحر المحیط مشہور اور دستیاب ہے
۲۶۲	احمد بن الحسن جاربردی	۷۴۶ھ	حاشیہ کشاف لکھا
۲۶۳	علی بن عبد اللہ اردبیلی	۷۴۶ھ	
۲۶۴	محمود بن القاسم اصبہانی	۷۴۹ھ	بہت بڑی تفسیر لکھی ہے
۲۶۵	احمد بن عبد القادر تاج الدین	۷۴۹ھ	الدر اللقیط تفسیر کا نام ہے
۲۶۶	محمد بن احمد بن اللبان المصری	۷۴۹ھ	تفسیر الآیات المتشابہات لکھی ہے۔
۲۶۷	علامہ شمس الدین ابوبکر محمد بن بکر بن ایوب (ابن قیم)	۷۵۱ھ	متفرق سورتوں کی تفسیر لکھی ہے کتاب التبیان بھی لکھی ہے
۲۶۸	شہاب الدین احمد بن یوسف السمین	۷۵۲ھ	بیس جلدوں میں مدینہ منورہ قلمی موجود ہے
۲۶۹	علی بن عبد الکافی سبکی	۷۵۶ھ	الدر النظیم فی تفسیر القرآن الکریم لکھی ہے۔
۲۷۰	محمد بن علی بن عبد الواحد	۷۶۲ھ	السابق اللاحق تفسیر کا نام ہے
۲۷۱	محمد بن علی بن عاید انصاری	۷۶۲ھ	
۲۷۲	مخلص بن عبد اللہ ہندی دہلوی	۷۶۴ھ	کشف الکشاف تفسیر کا نام ہے
۲۷۳	عبد الصمد بن ابراہیم بغدادی	۷۶۵ھ	
۲۷۴	محمد بن محمد الرازی تحتانی	۷۶۷ھ	تفسیر کشاف پر کامیاب حاشیہ ہے
۲۷۵	محمد بن محمد اقصرائی	۷۷۰ھ	حاشیہ کشاف
۲۷۶	محمود بن احمد قنوی	۷۷۱ھ	تہذیب احکام القرآن
۲۷۷	سراج الدین ہندی	۷۷۳ھ	تفسیر السراج برصغیر کا عظیم مفسر ہے
۲۷۸	اسماعیل بن عمر بن قیس	۷۷۴ھ	
۲۷۹	محمد بن محمد بن محمود بابرتی	۷۷۶ھ	حاشیہ کشاف
۲۸۰	صبیر غتمش ترکی	۷۷۷ھ کے بعد	درۃ الغواص ومرتع الخواص

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر وکیفیت
۲۸۱	احمد بن ابراہیم ثقفی	۷۸۰ھ	اسلاک التادیل
۲۸۲	محمد بن علی غرناطی	۷۸۲ھ	
۲۸۳	احمد بن محمد بن احمد تونسی	۷۸۵ھ	تقیید جلیل فی التفسیر (شائع شدہ نایاب ہے)
۲۸۴	ابراہیم بن عبد الرحیم	۷۹۰ھ	تفسیر قرآن مجید دس جلدوں میں لکھی
۲۸۵	مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲ھ	کشف الاسرار (فارسی)
۲۸۶	علی بن محمد بن علی جرجانی	۷۹۲ھ	حاشیہ تفسیر بیضاوی
۲۸۷	امیر کبیر تاتار خان دہلوی	۷۹۹ھ	تفسیر تاتار خانی
۲۸۸	امام بدر الدین محمد زرکشی	۷۹۱ھ یا ۷۹۴ھ	البرہان فی علوم القرآن مطبوعہ چار جلدوں میں ہے۔
۲۸۹	ابوبکر بن علی حداد	۸۰۰ھ	تفسیر حدادی قلمی تین جلدوں میں گڑھی افغاناں میں پیر صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے
۲۹۰	فضل اللہ بن ابی الخیر	۸۰۰ھ شہید	تفسیر بطرز فلسفہ طنطاوی
۲۹۱	علی بن محمد قوشجی	۸۰۰ھ	کشاف کے حاشیہ پر حاشیہ لکھا
۲۹۲	نظام الدین الحسن نیشاپوری	۸۰۰ھ تقریباً	غرائب القرآن کا قلمی نسخہ بخط مولف مخطوطہ ۸۴۲ھ کتب خانہ درگاہ پیر محمد شاہ صاحب احمد آباد میں محفوظ ہے۔

نویں صدی ہجری

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر وکیفیت
۲۹۳	محمد بن محمد درعمی	۸۰۳ھ	تفسیر قرآن مجید در دو جلد
۲۹۴	شہاب الدین احمد بن مسعود	۸۰۳ھ	عیون التفاسیر اس کا ناقص نسخہ پٹنہ میں ہے۔
۲۹۵	عبد الرحیم بن الحسین کردی	۸۰۶ھ	
۲۹۶	شیخ اشرف جہانگیر سمنانی	۸۰۸ھ	تفسیر نور بخشیہ
۲۹۷	محمد بن محمود ابن الشحنہ	۸۱۵ھ	تفسیر القرآن (دور تیموری کا مفسر ہے)

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۲۹۸	علی مولی عمران سمرقندی	سنہ ۸۱۶ھ	حواشی کشاف پر حاشیہ لکھا
۲۹۹	مجدالدین فیروزآبادی	سنہ ۸۱۶ھ	تفسیر بنام لطائف ذوی التمییز لکھی
۳۰۰	عبداللہ بن مقداد	سنہ ۸۳۳ھ	تفسیر قرآن تین جلدوں میں لکھی
۳۰۱	سید محمد گیسو دراز	سنہ ۸۲۵ھ	حاشیہ کشاف اور مستقل تفسیر بنام ملتقط تحریر فرمائی
۳۰۲	ابوزرعہ احمد عراقی	سنہ ۸۲۶ھ	حاشیہ کشاف لکھا
۳۰۳	محمد بن خلفہ تونسی	سنہ ۸۲۸ھ	تفسیر قرآن مجید آٹھ جلدوں میں لکھی
۳۰۴	یوسف بن احمد یمنی	سنہ ۸۳۲ھ	تفسیر کا نام الثمرات ہے
۳۰۵	محمد بن محمد جزری	سنہ ۸۳۳ھ	قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی
۳۰۶	شیخ علی بن احمد مہائمی	سنہ ۸۳۵ھ	تفسیر رحمانی دو جلد مطبوعہ
۳۰۷	علی بن محمد بن ابی القاسم	سنہ ۸۳۷ھ	حاشیہ کشاف اور مستقل تفسیر آٹھ جلدوں میں لکھی
۳۰۸	السید محمد بن ابراہیم امام کبیر	سنہ ۸۴۰ھ	تفسیر نبوی
۳۰۹	قاضی شہاب الدین دولت آبادی	سنہ ۸۴۰ھ	بحر مواج فارسی مطبوعہ اور قلمی بھی دستیاب ہے۔
۳۱۰	عمر بن یوسف نحمی	سنہ ۸۴۲ھ	تفسیر القرآن غیر مکمل
۳۱۱	محمد بن محمد بن محمد ابو یاسر	سنہ ۸۴۴ھ	مستقل تفسیر لکھی
۳۱۲	محمد بن احمد بن عبدالہادی	سنہ ۸۴۴ھ	تفسیر لکھی مگر نامکمل
۳۱۳	محمد بن یحییٰ بن احمد دمشقی	سنہ ۸۴۸ھ	فتح المنان فی تفسیر القرآن
۳۱۴	خواجہ محمد یعقوب چرخی	سنہ ۸۵۱ھ	آخری پاروں کی تفسیر فارسی میں لکھی مطبوع ہے۔
۳۱۵	تقی الدین ابوبکر احمد بن شہبہ	سنہ ۸۵۱ھ	تفسیر ابن شہبہ
۳۱۶	شہاب الدین ابن حجر عسقلانی	سنہ ۸۵۲ھ	تجرید التفسیر الاحکام لبیان مافی القرآن موخر الذکر برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے
۳۱۷	محمد بن احمد بن سعید	سنہ ۸۵۴ھ	المستدرک علی تفسیر المدارک
۳۱۸	علی بن محمد الدین مصنفک	سنہ ۸۵۷ھ	تفسیر کبیر فارسی میں بنام محمدیہ لکھی
۳۱۹	احمد بن محمد بن عبدالصمد رومی	سنہ ۸۵۴ھ	تفسیر ابو اللیث کا ترجمہ ترکی نظم میں کیا
۳۲۰	ابراہیم بن قائد نجار	سنہ ۸۵۷ھ	تفسیر القرآن
۳۲۱	خضر بیگ بن جلال الدین رومی	سنہ ۸۶۰ھ	حاشیہ کشاف مرتبہ تفتازانی کا حاشیہ
۳۲۲	شیخ فاضل سید علاء الدین سمرقندی	صحیح تاریخ معلوم نہ ہو سکی	بحر العلوم نامی تفسیر لکھی
۳۲۳	علی بن احمد بن محمد بغدادی	سنہ ۸۶۱ھ	تفسیر القرآن
۳۲۴	امام علامہ علاء الدین مصری	سنہ ۸۶۲ھ	کنز الرحمٰن فی احکام القرآن دس جلدوں میں ہے۔
۳۲۵	جلال الدین محلی شافعی	سنہ ۸۶۴ھ	تفسیر جلالین سورہ الکہف سے آخر تک ان کی مرتبہ ہے
۳۲۶	علم الدین صالح بلقینی	سنہ ۸۶۸ھ	تفسیر القرآن الکریم
۳۲۷	محمد بن قاسم بن محمد مالکی	سنہ ۸۷۲ھ	قرآن کریم کی تفسیر لکھی
۳۲۸	محمد بن سلیمان کافیجی	سنہ ۸۷۲ھ	التیسیر تین جلدوں میں ہے
۳۲۹	محمد بن محمد بن عبدالرحمن کمال	سنہ ۸۷۴ھ	خلاصہ تفسیر بیضاوی
۳۳۰	شیخ علاء الدین علی بن محمد بسطامی	سنہ ۸۷۵ھ	تفسیر محمدیہ فارسی
۳۳۱	عبدالرحمٰن محمد ثعالبی	سنہ ۸۷۵ھ	تفسیر الجواہر
۳۳۲	شیخ ابوالعدل زین الدین	سنہ ۸۷۹ھ	تفسیر ابو اللیث کی شرح لکھی
۳۳۳	سراج الدین عمر بن علی بن عادل	سنہ ۸۸۰ھ	تفسیر ابن عادل چھ جلدوں میں ہے
۳۳۴	ناصر الدین محمد بن عبداللہ	سنہ ۸۸۲ھ	فتح الرحمٰن منظوم تفسیر لکھی
۳۳۵	محمد بن محمد بن عیلے	سنہ ۸۸۲ھ	
۳۳۶	منلا خسرو محمد بن فرامرز	سنہ ۸۸۳ھ	حاشیہ تفسیر بیضاوی
۳۳۷	شیخ امام برہان الدین بقاعی	سنہ ۸۸۵ھ	نظم الدرر فی ترتیب السور نام ہے مکہ مکرمہ اور حرم میں موجود ہے۔
۳۳۸	حسن بن محمد اخی زادہ	سنہ ۸۸۶ھ	حاشیہ تفسیر بیضاوی کچھ حصہ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں ہے
۳۳۹	قاضی برہان الدین کنانی	سنہ ۸۹۰ھ	تفسیر دس جلدوں میں ہے مگر

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
			غیر معتمد علیہ
۳۴۰	محمد بن اسماعیل کورانی	سنہ ۸۹۳ھ	غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی
۳۴۱	شیخ نور الدین مکی	سنہ ۸۹۴ھ	جامع البیان فی تفسیر القرآن
۳۴۲	عبدالرحمٰن بن احمد جامی	سنہ ۸۹۸ھ	تفسیر القرآن لکھی

دسویں صدی ہجری کے مفسرین کرام

نمبر شمار	اسماء مفسرین	وفات	نام تفسیر و کیفیت
۳۴۳	محمد بن ابراہیم نکساری	سنہ ۹۰۱ھ	حاشیہ تفسیر بیضاوی
۳۴۴	محی الدین محمد ابن الخطیب	سنہ ۹۰۱ھ	حاشیہ کشاف
۳۴۵	خواجہ حسین ناگوری	سنہ ۹۰۱ھ	تفسیر نور النبی تیس جلدوں میں ہے
۳۴۶	سید فاضل معین الدین الدیجی	سنہ ۹۰۵ھ	جامع التبیان فی تفسیر القرآن مطبوعہ ہے
۳۴۷	شیخ کمال الدین	سنہ ۹۰۶ھ	حاشیہ بیضاوی
۳۴۸	حسین بن علی کاشفی	سنہ ۹۰۶ھ	تفسیر حسینی
۳۴۹	جلال الدین سیوطی	سنہ ۹۱۱ھ	تفسیر در منثور تکمیل جلالین وغیرھما
۳۵۰	علی بن محمد بن علی	سنہ ۹۱۶ھ	حاشیہ تفسیر بیضاوی کامل
۳۵۱	شیخ الاسلام قاضی القضاۃ زین الدین ذکریا	سنہ ۹۲۶ھ	فتح الرحمٰن بکشف ما یلتبس من القرآن
۳۵۲	حمزہ بن عبداللہ الناشری	سنہ ۹۲۶ھ	
۳۵۳	مولانا اللہ داد مدن پوری	سنہ ۹۳۲ھ	حاشیہ تفسیر مدارک
۳۵۴	سید عبدالوہاب بخاری	سنہ ۹۳۲ھ	
۳۵۵	شمس الدین ابن کمال	سنہ ۹۴۰ھ	تفسیر ابن کمال پاشا
۳۵۶	سعداللہ بن عیسٰی	سنہ ۹۴۵ھ	حاشیہ بیضاوی
۳۵۷	محمد بن مصلح الدین شیخ زادہ	سنہ ۹۵۱ھ	حاشیہ تفسیر بیضاوی
۳۵۸	عصام الدین بن محمد عرب شاہ	سنہ ۹۵۱ھ	حاشیہ بیضاوی
۳۵۹	محمد بن یحیٰی صعدی	سنہ ۹۵۷ھ	تفسیر القرآن
۳۶۰	شیخ بدر الدین عامری	سنہ ۹۶۰ھ	تفسیر منظوم تین جلد
۳۶۱	عبدالمعطی سخاوی	سنہ ۹۶۰ھ	فتح الحمید
۳۶۲	مصلح الدین شعبان	سنہ ۹۶۹ھ	حاشیہ بیضاوی
۳۶۳	شمس الدین محمد	سنہ ۹۷۱ھ	محائف التفسیر
۳۶۴	شمس الدین قاہرہ	سنہ ۹۷۷ھ	تفسیر سراج المنیر
۳۶۵	ابوالسعود محمد بن محمد	سنہ ۹۸۲ھ	تفسیر ابوالسعود مشہور ہے
۳۶۶	شیخ احمد گجراتی	سنہ ۹۸۲ھ	تفسیر محمدی
۳۶۷	شیخ بدر الدین غزنی	سنہ ۹۹۳ھ	تفسیر منظوم
۳۶۸	محمد بن شیخ ابی الحسن	سنہ ۹۹۷ھ	تسہیل السبیل
۳۶۹	امیر فتح اللہ شیرازی	سنہ ۹۹۷ھ	فارسی منہج الصادقین
۳۷۰	مولانا بدرالدین حصار و خانی	سنہ ۱۰۰۰ھ	تفسیر منشی

وفوق کل ذی علم علیم

قرآن مجید کی عظمت

غیر مسلموں کی نظر میں

مرتبہ : بلال زبیری

قرآن مجید انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے ایک مکمل ضابطہ، آئین اور رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن شرط اس کی آیات پر غور اور عمل کی ہے۔ ظاہر ہے جب تک مسلمانوں نے یہ دو شرطیں پوری کیں وہ سیاسی اعتبار سے طاقت ور حکمران رہے اور اخلاقی لحاظ سے ان کی زندگیاں قابل تقلید رہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے قرآن کے سایہ میں اپنی زندگی کے لیل و نہار گزارے۔

مسلمانوں نے جب تک قرآن مجید کو غور و فکر کا محور بنائے رکھا۔ دینی و دنیاوی علوم و خزائن سے متمتع ہوتے رہے۔ جب تدبّر ترک کیا رسوا ہوئے۔ قرآن مجید کی عظمت، قوت، بصیرت اور عزت کے بارہ میں غیر مسلم مفکروں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کا ملخص میرا موضوع ہے۔

قرآن ایک تحریک عمل ہے

قرآن مجید مسلمانوں کا ایک ایسا مشترکہ قانون ہے جس میں معاشرتی، سیاسی، تجارتی، عدالتی، تعزیری اور فوجی معاملات کے رہنما اصول موجود ہیں یہ واحد مذہبی کتاب ہے جس نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے ہدایت نامہ پیش کیا اور باقاعدہ بنایا۔ (ڈیون پورٹ مصنف "محمدؐ اور قرآن")

قرآن غیر فانی معجزہ

حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعوےٰ ہے کہ قرآن ایک دائمی معجزہ ہے اور میں حقیقتاً اس معجزہ کو غیر فانی معجزہ تسلیم کرتا ہوں۔ کیونکہ اس دعوےٰ کو جھٹلانے کے لیے میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ (بورتھ سمتھ مصنف معجزاتی کہانیاں فرانس)

قرآن غربت کا قاتل

الہامی کتابوں میں قرآن واحد کتاب جس نے انسانی معاشرہ میں عدم مساوات کی بیخ کنی کی، غریبوں کو سہارا دیا اور سرمایہ پرستانہ ذہنیت کی نہ صرف مذمت کی بلکہ اسے جرم قرار دیا۔

(ٹارڈ فرے ہگینس مصنف اشتراکیت کا ماخذ)

قرآنی تعلیم نے عقل کو حیران کر دیا

قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرنے سے میں نے محسوس کیا کہ میری عقل حیرت کا شکار ہو رہی ہے کیونکہ مَیں یہ کبھی تسلیم ہی نہیں کر سکتا تھا کہ خدا نے ایسا کلام پاک اُمّی کو بھیجا ہو اور امّی کی زبان سے ادا ہُوا ہو۔
(کونٹ ہنری دی کاسٹری کتاب "اسلام")

قرآن الہامی کتاب ہے

مَیں علی وجہ البصیرت اقرار و اعتراف کرتا ہوں کہ مَیں نے جتنی بار قرآن کا مطالعہ کیا۔ ہر بار مجھے اس میں سے نئے نکات ملے اور مجھے تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ قرآن واقعی الہامی کتاب ہے۔
(مہاتما گاندھی ماخوذ ینگ انڈیا)

قرآن قانونِ معاشرت ہے

جس حد تک مَیں نے اس کتاب کو پڑھا اور سمجھا ہے۔ مَیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس میں انسان کی معاشرتی اور اخلاقی زندگی کا قانون موجود ہے
(پنڈت جواہر لال نہرو۔ کتاب میری کہانی حصہ دوم)

قرآن لسانی اعتبار سے معجزہ ہے۔

قرآن آیات کا سلسلہ زبان و کلام کے اعتبار سے اس حقیقت کو تسلیم کراتا ہے کہ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں بلکہ آسمانی کتاب ہے۔ زبانِ عربی کی حفاظت و بلاغت کا سرچشمہ اور معلومات کا وسیع خزانہ ہے۔ (رابندر ناتھ ٹیگور ماخوذ مباحثہ دنیا کی زبانیں)

قرآن دماغ پر نقش ہوتا ہے

قرآن کی تعلیم دنیا کے دیگر مذاہب کی نسبت بہترین ہے اور اس کے اثرات دماغوں پر نقش اور دلوں میں جذب ہوتے ہیں۔ (میجر لیونارڈ ماخوذ سنڈے پوسٹ)

قرآن کا انکار بے عقلی ہے

اگر ہم قرآن کی عظمت و فضیلت، اس کے حسنِ بیان اور اس کے اندازِ تخاطب کی خوبی سے انکار کریں تو گویا ہم عقل و دانش سے محروم و بیگانہ ہیں۔ قرآن کی عظمت اپنا اعتراف دماغوں سے خود کراتی ہے۔
(ہفت روزہ "ہنرالسٹ" لندن خاص نمبر)

یورپ کی علمی پیاس بجھ سکتی ہے

اگر ہم قرآن کی اخلاقی اور معاشرتی تعلیم کو یورپ کے ملکوں میں پھیلائیں تو یورپ کی علمی پیاس بجھ سکتی ہے قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو وسیع اشاعت کی حقیقی طور پر مستحق ہے۔
(سرایڈورڈ ڈینی سن راس۔ سی۔ آئی۔ اے)

قرآن سکونِ قلب کا ضامن ہے

ویلڈول
سے

سکون حاصل نہیں ہوتا چاہے ان پر کتنا ہی عمل کرتے چلے جاؤ — دل دنیاوی کدورتوں سے پاک نہیں ہوتا۔ بلکہ ویدوں کی تعلیم انسان کو مزید کدورتوں، پریشانیوں، الجھنوں میں ملوث کرتی ہے البتہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس سے سکون قلب کا خزانہ ملتا ہے اور انسان کا فکر بلند ہوتا ہے۔ (بابا گورو نانک صاحب گرنتھ رمتا مری محلہ نمبر ۵)

قرآن قبول ہے اور کچھ نہیں

توریت، زبور، انجیل میں نے پڑھ سن لی ہیں مگر قرآن سب الہامی کتابوں کی سرتاج ہے۔ یہی کتاب ذریعۂ نجات ہے۔ اور کچھ نہیں۔

(بابا گورو نانک صاحب جنم ساکھی کلاں۔

قرآن کا طرزِ تحریر

قرآن کا طرزِ تحریر دل آویز اور رواں ہے، مختصر اور جامع ہے۔ خدا کی وحدانیت کا بیان نہایت موثر اور شاندار طریقہ سے ہوا جو دلوں میں اتر جاتا ہے۔

(ڈاکٹر جارٹن وائس چانسلر ہمبرگ یونیورسٹی)

جنگ و امن کے اصول

قرآن واحد کتاب ہے جو اپنے ماننے والوں کو جنگ کے آداب اور امن کے اصولوں سے بیک وقت آگاہ کرتی ہے۔ جنگ کی صورت میں غازی و شہید کا بلند مرتبہ قابل فخر ہے اور امن کی حالت میں ہمدردی، فیاضی محبت اور تعلقات باہمی کی تعلیم دیتی ہے۔

(پروفیسر آرنلڈ وہائٹ برنگھم)

قرآن ہر پہلو سے آسمانی کتاب

قرآن کی سب سے بڑی تعریف اس کی فصاحت و بلاغت مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی ہے۔ اس اعتبار سے قرآن دیگر آسمانی کتابوں سے بلند ہے۔ قرآن ہر پہلو سے آسمانی کتاب ہے۔ (ڈاکٹر موریس صدر شعبہ مشرقی علوم پیرس یونیورسٹی)

قرآن نظم دنیا کا آئین ہے

قرآن میں عقائد و اخلاق کا مکمل ضابطۂ قانون موجود ہے۔ وسیع تر جمہوری تصوّر، انصاف، تعزیر، فوج کا نظم و ضبط، مالیات، غرباء کی حمایت و ترقی کے تمام پہلوؤں پر اس کتاب کے اصول ملتے ہیں اور ان سب کے علاوہ بڑی خوبی یہ ہے کہ ان قوانین کی بنیاد ذات باری تعالےٰ ہے۔ جس پر اعتقاد و یقین کے بغیر انسان نامراد رہتا ہے۔

(ریکٹ لف کریل پرشین اسپیشلسٹ)

قرآن حریت فکر کا علمبردار

غلامی کی مکروہ رسم کو دنیا سے مٹانے، جیو اور دوسروں کو جینے دو کا حق قائم

کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کا مطالعہ کیا جائے۔ وید شاستر کو قرآن سے بدلا جائے۔ عربیت فکر کا مادہ تبھی پروان چڑھ سکتا ہے۔

(پروفیسر ریچرڈ آرسن کلکتہ یونیورسٹی)

قرآن کا قانون مؤثر ہے

مَیں نے بائبل کو بغور پڑھا مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ قرآن کا قانون بائبل کی نسبت زیادہ مؤثر اور دلوں میں اُتر جانے والا ہے۔ (ڈین اسٹینلی لندن)

قرآن سچائی کا علمبردار

میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے۔ اور سچی بات ہے کہ اگر کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے تو صرف اسی سے۔

(پروفیسر کارلائل)

وحدانیت کا گواہ

قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ایک موحد فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کر سکتا ہے تو وہ اسلام ہے کیونکہ قرآن دنیا میں بے مثال کتاب ہے۔

(مؤرخ پروفیسر گبن)

حقوق و فرائض کی حدود

قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے انسانی معاشرے کے لیے حقوق و فرائض کی حدود متعین کیں۔ اللہ اور مخلوق کے حقوق کو پورے طور سے واضح کیا۔

(مسٹر مارماڈیوک پکتھال)

برابری اور برادری

تیرہ سو برس کے بعد بھی قرآنی تعلیمات کا یہ اثر ہے کہ ایک خاکروب بھی مسلمان ہو جانے کے بعد بڑے سے بڑے خاندانی مسلمان کے برابر شمار ہوتا ہے اور اسی کی طرح برادری کا جزو بنتا ہے۔

(پروفیسر بھوپندرا ناتھ باسو)

سچا نبی اور سچا قرآن

قرآن روشنی اور حکمت سے پُر کتاب ہے اور وہ ایسے شخص پر نازل ہوا جو سچا نبی تھا جسے اللہ نے بھیجا تھا، سچی کتاب سچے نبی کے پاس آتی ہے۔

(فرانسیسی فلاسفر یورزون)

قرآنی انقلاب

مجھے ان لوگوں سے سخت اختلاف ہے جو اسلام کو وحشیانہ مذہب سمجھتے ہیں کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ قرآن کی تعلیم نے عربوں کی کایا پلٹ دی تھی اور ساربان حکمران بن گئے تھے۔ قرآن اصولی زندگی کا تقاضا کرتا ہے۔

(موسیو میریتر مصنف "سٹڈی آف اسلام")

فاروقِ اعظمؓ قرآن کے آئینے میں

= مولانا عبد الواحد (جامع اہلحدیث) گوجرانوالہ =

خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمرؓ بن الخطاب کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ایک جلیل القدر اور عالی مرتبت صحابی ہیں۔ آپ کے وجود مسعود کو دربار خداوندی سے غلبہ اسلام کی علامت کا شرف حاصل ہوا۔ سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء تقویت اسلام "اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب" آپ کے حق میں مستجاب ہوئی۔ چنانچہ جب آپ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے۔ اور ساتھ تمام صحابہؓ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ (انساب الاشراف بلاذری طبقات ابن سعد)

حضرت عمر بن خطاب کے قبول اسلام نے اسلامی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کر دیا۔ اس وقت مسلمان اپنے فرائض مذہبی علانیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اور کعبہ مکرمہ میں نماز پڑھنا بالکل ممکن نہ تھا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام نے دفعتہً یہ نقشہ بدل کر رکھ دیا چنانچہ ابن ہشام نے عبداللہ بن مسعود کی زبانی اس واقعہ کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

" فلما اسلم عمر قاتل قریشا حتے صلی عند الکعبۃ وصلینا معہ "

یعنی جب عمرؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی اور ان کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی (کعبہ میں) نماز پڑھی۔

مسند احمد اور ترمذی میں حضرت عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضور صلعم نے فرمایا اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب فاصبح عمر فغدا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم ثم صلی فی المسجد ظاھرا

اے اللہ تعالے ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب کے ساتھ اسلام کو معزز فرما۔ پس صبح ہوئی کہ عمر بن الخطاب دربار رسالت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر مسجد مکہ مکرمہ میں اعلانیہ نماز پڑھی۔

یاد رہے کہ اسی وجہ سے آنحضور صلعم نے حضرت عمر کو فاروق (حق و باطل میں امتیاز کرنے والا) کا لقب دیا۔

چنانچہ ذیل میں انہی عمر بن الخطاب فاروق اعظمؓ کے چند محاسن و محامد اور فضائل و شمائل کا مختصراً تذکرہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جو اللہ رب العزت کی مقدس کتاب قرآن حکیم میں تابندہ ہیں اور مسلمانوں کے لیے موجب رشد و ہدایت اور باعث موعظت و نصیحت، ترغیب و ترہیب ہیں۔

(۱) غزوہ بدر میں کفار کے گرفتار شدہ قیدیوں کی تعداد ستر تھی۔ وہ نہایت شریر مفسد اور ظالم

گئے ۔ آنحضور صلعم نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا، کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے ؟ آیا ان کو قتل کیا جائے یا محض فدیہ لے کر ان کو رہا کیا جائے ۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسٰی علیہ السلام جیسی ہے کہ ان دونوں نے مغفرت طلب کی اور حضرت عمرؓ کی مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے ۔ کہ انہوں نے رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً ،، کا مطالبہ کیا ۔

بالآخر آپ کا جذبہ رحمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کے ساتھ متحد ہو گیا ۔ جو فدیہ لے کر ان کے آزاد کر دینے کی رائے دیتے تھے ۔ لیکن چونکہ قرآن مجید کی نظر میں یہ ستر کفار کے قیدی ، لوگ خطرناک دشمن تھے ۔ ان کا چھوڑ دینا امن عامہ کو برباد کر دینے کی دعوت دینا تھا ۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ۔ جو مشورہ عمرؓ کی سراسر موافقت کرتی ہیں ۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ واللہ عزیز حکیم ۔ سورۃ انفال، ع ۶۷)

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں ، جب تک وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کر لیں ۔ تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو ۔ اور اللہ تعالےٰ آخرت کی (مصلحت) کو چاہتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے ہیں ۔ مزید برآں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔

" لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً واتقوا اللہ ان اللہ غفور رحیم ۔ پارہ ۱۰ ۔ الانفال : ۶۷ ، ۶۸ ۔

اگر خدا تعالیٰ کا نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا ، تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے ۔ اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی ۔ سو جو تم نے لیا ہے ۔ اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ۔ بے شک اللہ تعالےٰ بخشنے والے مہربان ہیں (پارہ ۱۰ ۔

(۲) عبداللہ بن ابی جو رئیس المنافقین تھا جب مرا تو آنحضور صلعم نے خلق نبوی کی بناء پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہی تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ منافق کی نماز پڑھتے ہیں ؟ لیکن آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی موافقت کی ۔ اور یہ آیت نازل فرمائی ۔

ولا تصل علی احد منہم مات ولا تقم علیٰ قبرہ انہم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وہم فاسقون ۔

اور ان میں کوئی مر جائے تو اس کے (جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ (دفن کے لیے) اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے (کیونکہ) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے ۔ اور وہ حالت فسق (وکفر) میں ہی مرے ہیں ۔ پارہ ۱۰ آیت ۸۴ (التوبہ

(۳) ابتدائے اسلام میں عورتوں کو پردے کا حکم نہ تھا ۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

(باقی صـ پر

قرآن کی اجمالی تاریخ

* تلخیص عبدالرحمن لدھیانوی *

قرآن کریم کلام الٰہی کا وہ مبارک و مقدس مجموعہ ہے۔ جو عہد رسالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف اوقات میں وحیِ الٰہی کے ذریعہ نازل ہوا۔ اور تقریباً ۲۳ سال میں پورا ہوا۔ اس میں وہ قوانین و آئین اور قواعد و ضوابط درج ہیں جو خلاق کریم نے اپنے بندوں کے لیے مرتب و وضع کئے اور جن پر چل کر انسان منزلی، مدنی، اقتصادی تجارتی، سیاسی اور اجتماعی ترقیوں اور کامیابیوں سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ اگر ہم پیغمبروں کو ریفارمر اور مصلحین کے نام سے تعبیر کریں تو جدید اور نئے خیال کے لوگ اسے بخوبی سمجھ سکیں گے۔ جن کی نظر تاریخ پر ہے۔ وہ اس امر پہ متفق الرائے ہیں۔ کہ ابتدا سے اصلاح عالم اور اصلاح اقوام کا کام ان ربانی (پیغمبروں) ہی کے ذریعہ ہوتا رہا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ زمانہ کی ضروریات کے مطابق مختلف ضوابط نازل فرماتا رہا ہے۔

قرآن آخری ضابطہ اور آخری قانون ہے۔ جو پوری دنیا کی اصلاح کے لیے صادر و نافذ ہوا ہے۔ اور جس کے بعد اب قیامت تک اور کسی ضابطہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود ہی لے لیا ہے۔ منشائے الٰہی پورا کرنے کے لیے سرکار دو عالم کے زیر ہدایت کلام اللہ کی حفاظت کی دو صورتیں اختیار کی گئیں۔ اولاً حفظ کرنا اور ثانیاً معرض تحریر میں لانا۔ قرآن کریم کے جتنے حصے نازل ہوتے تھے۔ صحابۂ کرام یہی نہیں کہ انہیں یاد کر لیتے تھے بلکہ لکھتے بھی جاتے تھے۔ اور ان کے متعلق بہت احتیاط برتتے تھے۔

حفاظِ قرآن کی فراوانی و عظمت

عہد رسالت میں سینکڑوں حفاظ قرآن پیدا ہو گئے تھے۔ ان کی کثرت و فراوانی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ عہد صدیقی میں جب مسیلمہ کذّاب نے خروج کیا ہے۔ اور جنگ وقوع پذیر ہوئی۔ تو اس ایک جنگ میں شہدائے حفاظ کی تعداد ستّر تھی۔ وہ زمانہ بڑا مقدس زمانہ تھا علم کے ساتھ عمل لازمی تھا۔ قرآن برکت کے لیے نہیں بلکہ عمل و تدبر کے لیے پڑھایا جاتا تھا۔ جس کو جتنا قرآن یاد ہوتا تھا۔ گویا وہ اس کا عامل ہوتا تھا۔ یہ حالت تھی۔ کہ جب کوئی شخص ان میں سے دس آیتیں سیکھ لیتا تو بس کرتا اور اس وقت تک اس سے زیادہ نہ پڑھتا جب تک ان کے معانی پر عبور حاصل نہ کر لیتا اور

انہیں سمجھ کر اُن پر عمل شروع نہ کر دیتا۔ اس طرح جو حفاظ تھے۔

وہ گویا نمونۂ تعلیم قرآن تھے۔ اور ان کے تمام اعمال و افعال قرآن کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ ان کا ہر عمل قرآن کریم کے احکام کی زندہ تفسیر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حفاظ کی اتنی کثیر تعداد کے شہید ہو جانے سے مسلمانوں میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے سوچا کہ اگر صورت یہی رہی تو ممکن ہے کہ آئندہ چل کر دشواریاں رونما ہوں۔ اس لیے انہوں نے اسے ضبطِ تحریر میں لانے کی طرف توجہ مبذول کی۔

قرآن کی کتابت اور تعلیم تحریر

منتشر آیات قرآنی کو ضبط تحریر میں لانے کا کام حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے سپرد ہوا وہی اسے لکھتے تھے۔ ویسے اس میں حصّہ ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہ نے بھی لیا۔ بعض صحابہ اسے بھی تھے۔ جو بطورِ خود قرآن لکھتے اور اسے اپنے پاس رکھتے تھے۔ اس وقت عربوں میں لکھنے پڑھنے والوں کی بہت کمی تھی۔ سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے۔ کہ بعثت نبوت کے وقت مکہ معظمہ میں صرف سترہ اشخاص ایسے تھے۔ جو معمولی طور پر لکھ پڑھ سکتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نعمت کو عام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب تک لکھے پڑھے لوگوں کی تعداد میں ترقی اور بکثرت اضافہ نہ ہو۔ اس وقت تک یہ مقصد پورا نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے آپ نے لوگوں میں شوقِ تحریر پیدا کرنا شروع کیا۔ اسیرانِ بدر میں جو لکھنا جانتے تھے۔ اُن کا فدیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر کیا کہ وہ مدینہ منوّرہ کے دس دس افراد کو لکھنا سکھا دیں اور اس کی تکمیل کے بعد خود کو آزاد سمجھیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہت سے مسلمانوں کو لکھنا آ گیا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر ہدایت شوق تحریر و علم عام ہوتا چلا گیا اور بکثرت مسلمان عہدِ رسالت ہی میں ایسے پیدا ہو گئے جو بخوبی لکھ پڑھ سکتے تھے ابتداء میں تحریر کے لیے صرف چمڑے کے ورق استعمال کئے جاتے تھے۔ مگر بعد میں اور چیزیں بھی استعمال کی جانے لگیں۔ مثلاً کھجور کی شاخ، پتھر کی پتلی پتلی تختیاں، بکری یا اونٹ وغیرہ کے شانے کی چوڑی ہڈیاں۔ پالان کی لکڑی وغیرہ کاغذ کے نام سے بھی اس عہد میں کوئی واقف نہ تھا۔

قرآن ایک جلد میں

یوں تو قرآنِ کریم حضور علیہ السلام کی حیات ہی میں معرضِ تحریر میں آچکا تھا۔ اور اس کا بڑا حصّہ بھی اسی دور میں مدّون ہو چکا تھا۔ مگر اس نے ایک جلد میں نقل و مرتب ہونے کی صورت حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی پائی۔ جنگِ یمامہ میں حفاظِ قرآن کی شہادت نے حضرت عمرؓ کے دل میں یہ اندیشہ پیدا کر دیا تھا۔ کہ اگر حفاظِ قرآن اسی کثرت سے لڑائیوں میں شہید ہوتے رہے۔ تو قرآن کا بہت سا حصّہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لیے قرآن کو ایک مجلد کر لینا چاہیئے آپ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ آپ ہی نے

حضرت صدیق اکبرؓ سے تحریک کی اور قرآن ایک جلد میں نقل کر لیا۔

عہدِ فاروقی میں تعلیم قرآنی کا شاندار نظام

حضرت عمرؓ کا عہد ہر قسم کی ترقیوں سے آراستہ عہد تھا۔ اس لیے اس زمانے میں قرآنی تعلیم کے سلسلہ نے بہت وسعت اختیار کی۔ آپ خود میلوں میں منڈیوں میں تشریف لے جاتے۔ اور لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتے۔ آپ نے جا بجا تنخواہ دار قاری اور معلّم مقرر کئے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ لازمی تعلیم زمانہ جدید ہی کی اختراع ہے لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ حضرت عمرؓ نے بدوؤں تک میں قرآن کی تعلیم لازمی کر دی تھی۔ یہی نہیں بلکہ حضرت سفیان رضؓ کو اس امر پر مامور کیا تھا۔ کہ وہ قبائل میں پھر کر ہر شخص کا امتحان لیں۔ اور جسے قرآن کی کوئی آیت یاد نہ ہو۔ اُسے سزا دیں آپ نے معلّمین دین بھی جا بجا اور ہر ملک میں مقرر کئے۔ جو نو مسلموں کو قرآن اور فرائض اسلام کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ شام میں تعلیم دینے کے لیے تین صحابہ مقرر کئے گئے تھے۔ جو دمشق فلسطین اور حمص میں درس دیتے تھے۔ ابتداء میں قرآن سیکھنے والوں کے روزینے مقرر کئے گئے تھے۔

فوجوں میں اس کا مطالعہ لازمی اور ضروری قرار دے دیا گیا تھا۔ گورنروں اور والیوں کو حکم تھا کہ وہ فوجیوں کو قرآن حفظ کرائیں صرف حضرت سعد بن وقاص کے لشکر میں تین سو حفاظ تھے۔

آپ نے ہر جگہ تاکیدی احکام بھیج دیئے تھے۔ کہ قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ صحت الفاظ و اعراب کی بھی تعلیم دی جائے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آپ نے ادب و عربیت کی تعلیم بھی لازمی کر دی۔ تاکہ لوگ خود ہی اعراب کی صحت و غلطی میں تمیز کر سکیں۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے حفاظت و اشاعتِ قرآن کے لیے جو کچھ کیا اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بالکل صحیح لکھا ہے "امروز ہر کہ قرآن مے خواند از طوائف مسلمین۔ منتِ فاروق در گردن او است" (آج کل جو کوئی مسلمانوں میں سے قرآن پڑھتا ہے۔ اس پر حضرت فاروقؓ کا احسان ہے)

یہ سب کچھ اس ملک میں ہُوا جہاں صدیوں سے علوم و فنون کی کوئی ایک شعاع بھی نہ جگمگائی تھی اس زمانہ میں ہوا جس میں کہ توسیع و تعمیم و تعلیم کا تصوّر بھی عرصۂ دراز سے کسی دماغ میں قائم نہ ہوا تھا اس کے ہاتھوں ہوا جو کسی یونیورسٹی اور کسی کالج کا سند یافتہ نہ تھا۔ البتہ انوار رسالت سے اس کا قلب ایک بُقعۂ نور بنا ہُوا تھا۔ جس قرآن کو اس پُر آشوب زمانے میں مسلمان بالکل چھوڑے اور بھولے ہوئے ہیں اس کی تعلیم کا اہتمام اس مبارک دور میں جس شان سے ہوا وہ مسلمانوں کے لیے سُرمۂ بصیرت ہو سکتا ہے۔

اشاعت قرآن کے متعلق حضرت عثمان کی مساعی

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کی مجلدات

کی اشاعت سے پیشتر ہی تعلیم قرآن اطراف میں وسعت کے ساتھ پھیل چکی تھی۔ اور مجلدات قرآن کی عدم موجودگی میں ابتری و انتشار کا کچھ اندیشہ پیدا بھی ہو سکتا تھا۔ تو اسے یک جائی اور مجلد صورت میں پیش کر کے بالکل رفع کر دیا گیا۔ قرآن کا اوّلین مدوّن و مجلد نسخہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس رہا۔ پھر حضرت عُمر فاروق رضؓ کو ملا اور انکے بعد آپ کی محترمہ صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ کو منتقل ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضؓ نے ان سے یہ نسخہ لے کر سنہ ۲۵ھ میں اس کی سات نقول کرا کر مختلف صوبوں میں بھیج دیں کتابت میں زبان قریش ہی کو قائم رکھا گیا کیوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی قرأت تھی۔ دیگر قرأتوں کو ترک کر دیا گیا۔ تا کہ اختلاف و تحریف کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ اور ان ممالک میں جو زبان عربی سے آشنا نہیں ہیں قرأت کی صرف ایک صورت رائج رہے۔ اس معاملہ میں آپ نے اس درجہ احتیاط سے کام لیا۔ کہ لوگوں کے پاس جو غیر مرتب نسخے پائے گئے۔ وہ ان سے لے کر جلا دیئے گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان رضؓ نے ان نسخوں کو جلایا نہ تھا۔ بلکہ حکم دیا تھا کہ انہیں خرقے کی طرح لپیٹ کر رکھ دیا جائے۔ اور کوئی کام نہ لیا جائے۔ بہر کیف مقصد ایک ہی تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطنت کے بعید تر حصوں شام، مصر، اور البینیا میں قرآن کی قرأت میں بہت اختلاف تھا جس کا رفع کرنا لازمی امر تھا۔ عام طور پر مشہور ہے۔ کہ حضرت عثمان رضؓ جامع القرآن تھے جامع القرآن تو نہ تھے مگر اس میں کلام نہیں کہ آپ نے قرأت کا ایک واحد طریقہ رائج کر دیا اور سورتوں کو ترتیب دے کر فتنۂ تحریف کو ہمیشہ کے لیے فناء کر دیا اور آج کم و بیش چودہ سو سال کے بعد ہم قرآن کو اسی صورت میں پاتے ہیں جس صورت میں کہ وہ حضرت ابوبکر رضؓ کے عہد میں جمع اور حضرت عثمان رضؓ کے زمانے میں شائع کیا گیا تھا

قرآن کے مختلف اہم و متبرک نسخے

حضرت عثمان رضؓ نے قرآن مجید کی جو نقلیں کرائی تھیں ان میں سے ایک مدینہ منورہ میں رکھ کر بقیہ جلدیں مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ بھیجی گئیں۔ رسالہ تہذیب الاخلاق بابت صفر سنہ ۱۳۲۹ھ میں علامہ شبلی نے ان نقول کے متعلق بڑی تحقیق سے لکھا تھا کہ مدینہ منورہ میں جو قرآن رکھا گیا تھا۔ سنہ ۲۵ھ تک اس کا پتہ چلتا ہے۔ دمشق والے نسخہ کو ابوالقاسم سبتی نے سنہ ۶۵۷ھ جامعہ دمشق کے مقصورہ میں دیکھا عبدالمالک کا بیان ہے۔ کہ میں نے اسے سنہ ۳۵ھ میں دیکھا۔ سلطان عبدالحمید خاں کے زمانے میں جامع مسجد میں جو آگ لگی تھی۔ اس میں یہ نسخہ جل گیا۔ مکہ معظمہ میں جو نسخہ تھا وہ بھی سنہ ۳۵ھ تک موجود تھا۔ بصرہ اور کوفے والے نسخہ کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ یہ کس زمانے میں قرطبہ پہنچا اور وہاں سے عبدالمومن اسے بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنے دارالسلطنت میں لایا سنہ ۶۴۵ھ میں وہ معتمد کے قبضہ میں آ گیا۔ تلمسان

کی فتح کے بعد یہ ابوالحسن کے قبضہ میں آیا۔ اس کے مرنے کے بعد پرتگیز میں پہنچا وہاں کسی طرح ایک تاجر اسے لے آیا۔ ۸۵۴ھ میں شہر فارس پہنچایا جہاں مدت تک یہ خزانہ شاہی میں محفوظ رہا۔ اس کے متعلق دوسرا بیان یہ ہے کہ ہر وہ جلد ہے جس کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمان رض شہید ہوئے تھے یہ ایک مدت تک بنی امیہ کے پاس رہی۔ پھر دمشق سے منتقل ہو کر اندلس پہنچی اندلس میں اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد مراکش کے دارالخلافہ تانس میں منتقل ہوئی۔ علامہ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق یہ آٹھویں صدی ہجری تک جامع بصرہ میں موجود تھا اور اس پر حضرت عثمان رض کے خون کے دھبے نمایاں تھے۔ یہی نسخہ ۱۹۰۴ء میں بخارا سے روس کے قدیم پایۂ تخت ماسکو میں پہنچی وہاں سے پھر بخارا لایا گیا اور رجب ۱۹۲۳ء میں بالشویکوں نے ترکستان پر دوبارہ تسلط جمایا تو وہ اس نسخہ کو پھر ماسکو لے گئے۔ جہاں سے اسے واپس لانے کی پھر سعی کی جاتی ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نسخہ شریفہ امیر تیمور کے زمانے میں ابوبکر الشاشی کی طرف سے حضرت شیخ عبداللہ کے مرقد پر رکھ دیا گیا تھا۔ جہاں سے بالشویکوں کے ہاتھ آیا۔

علامہ مقریزی نے کتاب الخطط میں (جہاں قاضی فاضل وزیراعظم سلطان صلاح الدین کے مدرسہ کا ذکر کیا ہے۔) لکھا ہے کہ اس کتب خانہ میں مصحف عثمانی کا نسخہ موجود تھا جسے قاضی فاضل نے بیس ہزار اشرفی میں خریدا تھا (تہذیب الاخلاق)

قرآن کی ایک ایک نقل حضرت علی رض اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ نے بھی نقل اپنے طور پر کی تھی۔ حضرت علی رض کا قرآن مشہد علی میں محفوظ ہے۔ اور اس پر آپ کے دستخط بھی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ قرآن کے چند اوراق حضرت علی رض کے ہاتھ کے لکھے ہوئے لاہور کی شاہی مسجد میں بھی موجود ہیں۔ خدا معلوم یہ کہاں تک صحیح ہے۔ بہرکیف بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن کے نقطے اور اعراب

حضرت عثمان رض نے قرآن کے جو نسخے لکھوائے تھے۔ وہ اعراب اور نقطوں سے خالی تھے۔ ان کے پڑھنے میں عربوں کو تو کوئی دقت نہ تھی۔ کیونکہ عربی ان کی مادری زبان تھی۔ اور وہ قرأت رسول اللہ سے بھی بخوبی واقف تھے۔ لیکن نو مسلم عجمیوں کو ان کے پڑھنے میں سخت دشواری پیش آتی تھی۔ ابوالاسود دؤلی المتوفی ۶۹ھ نے سب سے پہلے اس طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ انہیں حضرت علی رض نے تدوین قواعد نحو کا حکم دیا تھا۔ لیکن بعض مورخین یہ لکھتے ہیں کہ یہ خیال حضرت معاویہ رض کے زمانے میں پیدا ہوا۔ اور بعض کے نزدیک عبدالملک بن مروان کے عہد میں یہ صورت پیش آئی۔ لیکن اول الذکر روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔

کوفہ اور بصرہ میں متعدد صحابہ آباد ہو گئے تھے۔ جن کی وجہ سے وہاں تعلیمات قرآنی کا بہت چرچا ہو گیا تھا اسی بصرہ میں علم نحو کی تدوین ہوئی جس کی وجہ سے لوگ صرف و نحو کی الجھنوں میں پھنس کر قرآن کی صحیح تعلیم کی طرف سے غافل ہو گئے۔ یہ زمانہ حجاج بن یوسف المتوفی سنہ ۹۱ھ کی گورنری کا زمانہ تھا۔ جو اپنے ظلم و ستم رسائی کے باعث تاریخ اسلام میں خاص شہرت رکھتا ہے عجب امر یہ ہے کہ یہ انتہائی سنگ دل اور ظالم ہونے کے باوجود قرآن کریم سے ایک والہانہ محبت رکھتا تھا۔ اسی نے عجمیوں کی دقت اور دشواری کو محسوس کر کے قرآن مجید میں نقطے لگوائے اور نقطے لگے ہوئے قرآن کی متعدد نقلیں کرا کر اس نے مختلف ممالک میں بھجوا دیں۔

قرآن سے حجاج کی محبت کا یہ عالم تھا کہ اس کے انتقال پر اس کے پاس سے چند سکوں اور اسلحہ کے علاوہ قرآن کا ایک نسخہ نکلا جسے وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ (تاریخ ادبیات عرب مصنفہ نکلسن صفحہ ۲۰۳)

ایک اور روایت ہے کہ حجاج نے حرفوں اور لفظوں کے ذریعہ اعراب کو ظاہر کر کے قرآن لکھوانا شروع کیا تھا مگر چونکہ یہ طریقہ نقائص سے مملو تھا۔ اس لیے خلیل بن احمد المتوفی سنہ ۱۷۰ھ نے نقطوں کے عوض مروجہ زیر و زبر اور پیش کے علامات ایجاد کئے

عہدِ بنی اُمیہ و قرآن

خلافت بنی اُمیہ میں مطالعہ قرآن کو بہت وسعت نصیب ہوئی خلیفہ عبدالملک (سنہ ۶۵ھ) نے بہت سی اصلاحیں کیں اُسے قرآن شریف سے عشق تھا۔ اس نے اپنے سکوں پر قرآن کی آیات کندہ کرائیں عربی نستعلیق کے تمام نقائص دور کئے اور قرآن کے مطالعہ و تفسیر کو آسان سے آسان صورت دینے کی سعی و جہد برابر کرتا رہا۔ قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ اسی عبدالملک نے دیکھا کہ اس کا لڑکا ایک کتاب ہاتھ میں لیے غزواتِ اسلام کے حالات پڑھ رہا ہے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ یہ کتاب اس کے ہاتھ سے چھین کر نذرِ آتش کر دی جائے۔ ساتھ ہی بیٹے کو تاکید کر دی کہ قرآن کے مطالعہ میں مصروف رہا کرے۔

ولید بن عبدالملک المتوفی سنہ ۹۶ھ کے عہد میں شوق تعمیرات اس درجہ ترقی کر گیا تھا۔ کہ جب کہیں چار آدمی اکٹھے ہوتے یا ملتے تو عمارات ہی کا ذکر کرتے اس کا زادِ شوق تعمیر کے لیے تاریخ میں مشہور ہے۔ لیکن اس شغف و توجہ کے باوجود اس کی یہ حالت تھی کہ وہ لوگوں کو قرآن حفظ کرنے کی برابر ترغیب دیتا رہتا تھا۔ جو لوگ حفظ نہیں کرتے تھے انہیں باضابطہ سزا دیتا تھا۔ حفاظ کو وہ پوری فیاضی کے ساتھ وظائف دیتا اور ان سے بہت خوش ہوتا تھا۔ اس ضمن میں ولید بن عبدالملک گویا حضرت عمرِ فاروق کا پورا پیرو بنا رہا اور تعلیم قرآنی کو وسعت دینے میں اس نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ جانتے ہو کہ ولید بن عبدالملک دنیا کا کتنا نامور اور زبردست فرمانروا گذرا ہے۔ اور اس کے قبضہ میں جتنے

ممالک تھے اور اسے جتنی بڑی سلطنت نصیب ہوئی اس سے پہلے کبھی کسی فرمانروا کو نصیب نہ ہوئی تھی۔

سرحد چین سے لے کر مراکش تک تمام ممالک اسی کے قبضہ میں تھے فتوحات اسلام کا ایک سیلاب تھا۔ جو اس زمانہ میں امڈا ہوا تھا۔ اور مسلمان ہر طرف مجاہدانہ جوش و جذبہ سے لبریز ملک پر ملک فتح کر کے بڑھتے جا رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اتنے اقتدار و شکوہ کے مسلم فرمانروا کی کوششوں نے کیا نہ کچھ کر دیا ہوگا۔ یہ حالت تھی۔ کہ دنیائے اسلام میں ہر طرف قرآن ہی قرآن نظر آتا تھا۔ تعلیم تھی تو اس کی، مدارس درس گاہیں تھیں۔ کالج تھے۔ حفاظ کا کوئی شمار نہ رہا تھا۔ ہر گھر میں قرآن موجود تھا۔ اور ہر جگہ اور ہر ملک میں پورے شوق و انہماک سے پڑھا جاتا تھا۔ گویا اس دور میں ہر طرف قرآن کی حکومت تھی۔

ماخوذ از رسالہ مولوی ماہ ربیع الثانی
۱۳۶۶ھ بمطابق فروری ۱۹۴۷ء

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مبارک عہد

ولید بن عبدالملک کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں اشاعت تعلیم قرآن کی طرف خاص توجہات مبذول کیں۔ اور رعیت اسی طرف متوجہ ہو گئے جس طرح ولید کے وقت میں ہر جگہ عمارات ہی کا ذکر رہتا تھا۔ اسی طرح ان کے عہد میں رعایا کے اندر ہر وقت قرآن اور مذہب کے چرچے سنے اور دیکھے جاتے تھے انہوں نے تو تبلیغ تعلیم قرآن کو اپنا وظیفۂ عمل اور جزو ایمان بنا لیا تھا اس عہد کی یہ برکت تھی۔ کہ جب بھی کہیں دو شخص ملتے تھے۔ تو ایک دوسرے سے لازماً یہی پوچھتا تھا کہ تم نے کتنا قرآن حفظ کر لیا ہے؟ کب تک ختم کرو گے؟ میں تو اتنا حفظ کر چکا ہوں۔ مہینے میں کتنے روزے رکھ لیتے ہو؟ رات کو کون سا وظیفہ پڑھتے ہو؟ اس زمانہ میں عہد صحابہ کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ مورخین نے ان کے عہد کو بھی خلافت راشدہ ہی کا تتمہ بتایا ہے۔ خلیفہ عبدالعزیز خود بھی صحابہ کرام ہی جیسی زندگی بسر کرتے تھے۔

قرآن افریقہ میں

جب ملکہ کاہنہ کے زیر اقتدار بربریوں نے عرب حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔ اس وقت دمشق کے تخت خلافت پر عبدالملک متمکن تھا اسی زمانہ میں شمالی افریقہ میں قرآن کی جلدیں پہنچیں بربریوں نے انہیں سر آنکھوں پر رکھا۔ اور مسلمانوں کی مادی و روحانی دونوں طرح کی حکومت تسلیم کر کے مغلوب ہو گئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ بربریوں نے زور قوت سے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ یہ لوگ فضائل اسلام اور محاسن مسلمین دیکھ کر مسلمان ہوئے عبدالملک اور عبدالولید نے ان کے سامنے قرآن پڑھنے سنانے اور اس کی عبارت کے معانی و مطالب سمجھانے کے لیے عربی عالم اور فقیہ مامور کئے یہی وہ لوگ تھے جن کی امداد سے ۹۲ھ میں طارق تسخیر ہسپانیہ کے لیے نکلا تھا۔ یہیں سے قرآن کی جلدیں سوڈان اور حبشی اقوام میں

پہنچیں اور دریائے نائجر کے بالائی جانب تمام بستیاں قرآن کریم کے نور سے چمک اٹھیں جس کی انتہا یہ تھی کہ افریقہ کے شہر علم و فضل کے مرکز بن گئے۔ شہر ٹمبکٹو جو ۵۹۰ھ میں آباد ہوا۔ اسلامی علم و فنون کا گہوارہ بن گیا۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ چودھویں صدی عیسوی میں اس ملک کی سیاحت کے لیے آیا وہ حبشی مسلمانوں کے متعلق لکھتا ہے۔ وہ پابند صوم و صلوٰۃ ہیں۔ اور قرآن پڑھتے ہیں۔ قرآن سوڈان کے انتہائی مغربی حصہ میں ہوتا ہوا ابو نور پہنچا۔ سوڈان سے لے کر مصر اور نوبیہ کی سرحد تک روشنی پھیلاتا چلا گیا۔ اور اس طرح افریقہ کے مرکز تک پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اسلامی جدوجہد کے دو نو دریا باہم مل گئے۔ جو تبلیغ کی صورتوں میں ایک طرف مغرب سے اور دوسری طرف شمال مشرق سے بہنے شروع ہوئے تھے۔ افریقہ کے عین وسط میں پہنچ کر یہ دونوں دریا باہم بغل گیر ہوئے۔ (دعوت اسلام مصنفہ پروفیسر آرنلڈ صفحہ ۳۴۲ ۳۴۳) بعد کو یہیں سے اسلام کے چشمے اُبل اُبل کر بالآخر سارے افریقہ میں پھیل گئے۔

قرآن سپین میں

اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم عبدالملک ہی کے عہد میں سارے افریقہ کو روشن اور منور کر چکا تھا۔ اور ہر جگہ اس کی تعلیم ہونے لگی تھی۔ اور عبدالملک کے بعد ولید تخت پر بیٹھا تو قرآن نے افریقہ کے سبزہ زاروں اور ریگستانوں کو عبور کر کے یورپ کا رُخ کیا۔

موسیٰ بن نصیر افریقہ کی گورنری کے عہدہ پر فائز تھا۔ جس نے تمام علاقہ کو تہذیب و مدنیت کی برکات سے بہرہ مند کیا۔ بڑی بڑی اہم اصلاحیں کیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا۔ مدارس جاری کیے۔ تجارت کو فروغ دیا۔ جا بجا کارخانے قائم کیے۔ اور اس سرزمین پر خوش حالی پھیل گئی۔ مسلم حکومت اپنے ساتھ فتوحات عدل و انصاف اور اخلاق و انسانیت کی تمام برکات لے کر آئی تھی جس سے افریقہ کے تمام باشندے بہرہ مند ہوئے۔ ہسپانیہ اُس وقت گاتھ قوم کے مظالم و شدائد کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ بہت سے لوگ وہاں سے بھاگ کر افریقہ میں پناہ گزین ہوئے۔ موسیٰ کو حکومت ہسپانیہ کے ظلم و ستم کی کیفیت معلوم ہوئی بہت غصہ میں آیا اور اس نے خلیفہ سے اجازت لے کر طارق کو اس طرف روانہ کیا۔

طارق ۹۲ھ میں ہسپانیہ کو فتح کر کے اسلام کے جھنڈے کے نیچے لے آیا۔ اور سیڈونیہ ملاغہ، کارموران، غرناطہ اور قرطبہ، الجیرس، اور اسٹارگا میں قرآن کی جلدیں تقسیم کی گئیں۔ موسیٰ بھی خود قرآن کو ہاتھ میں لیے ہوئے سول۔ میڈرڈ اور ٹولیڈو کو فتح کرتا ہوا فرانس پہنچ گیا۔ اور ولید ان دونو جانبازو شجاع فرزندانِ اسلام کو واپس نہ بلا لیتا تو بلاشبہ آج یورپ پر انجیل کی بجائے قرآن کی حکومت ہوتی۔ ہسپانیہ کے عیسائیوں کو تعلیمات قرآنی نے مسحور کر لیا اور وہ اسلام لانے لگے اس کے بعد ہسپانیہ اسلامی علوم و فنون کا گہوارہ بن گیا۔

قرآن مغلوں اور تاتاریوں میں

تیرہویں صدی عیسوی میں حاکمان ایران کرگز نے قوبلائی خاں کے پوتے نے قرآن کے آگے سر جھکا دیا۔ جب مصر کے سلطان رکن الدین کے قاصدوں نے وہاں سے آکر بیان کیا کہ برکہ خاں کے امیروں کے ہاں اور ہر ایک شہزادہ کے ہاں ایک ایک امام اور موذن مقرر ہے۔ اور مکتب میں قرآن کی تعلیم باقاعدہ دی جاتی ہے۔ خود ہلاکو خاں کے بیٹے تکودار نے عیسائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا سلطان محمد نام رکھا اور بہت سے تاتاریوں کو مسلمان کیا۔

بدھ مذہب کے پیرو سلطان غازان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ اس نے مسلمان ہو کر اشاعت اسلام کی کوشش کی۔ اور ایران کے مغلوں میں اسلام نے مضبوطی سے جڑ پکڑ لی۔

بلادِ متوسط چغتائی خاں کے پڑپوتے براق خاں نے سنہ ۱۲۶۶ء میں مسلمان ہو کر اپنا نام سلطان غیاث الدین رکھا۔ اور قرآن کی تعلیم وسعت کے ساتھ پھیل گئی۔ اسی اثناء میں سلطان کاشغر نے اسلام قبول کر لیا۔ جس کا نام تغلق تیمور خاں تھا۔ ازبک خاں کے اقتدار سے سنہ ۱۳۱۳ء سے سنہ ۱۳۲۷ء تک سارے ملک نے اسلام قبول کر لیا۔

بلغاریہ میں قرآن سنہ ۳۱۰ھ میں پہنچ چکا تھا۔ اور اسی وقت تک اس کی تعلیم بھی شروع ہو گئی تھی۔ روس میں قرآن سنہ ۱۷۲۲ء میں پہنچا سنہ ۱۷۷۷ء میں روس میں قرآن معہ تفسیر چار جلدوں میں شائع کیا گیا۔

مشرقی زبان میں قرآن کے تراجم

موحدین کی سلطنت الجزائر سے لے کر اندلس تک پھیلی ہوئی تھی۔ (سنہ ۵۲۴ء سے لے کر سنہ ۶۶۷ء) اسی زمانہ میں قرآن کا ترجمہ بربری زبان میں کیا گیا۔ تو علماء و عوام نے اس کی مخالفت کی۔ ہندوستان میں ایک مدت دراز تک قرآن اپنی اصلی زبان میں رہا۔ آخر شاہ ولی اللہ صاحب نے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اور فتح الرحمٰن اس کا نام رکھا۔ ہندوستان میں قرآن کریم کا سب سے پہلا ترجمہ یہی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے بھی قرآن کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا ہے۔

اردو ترجمہ کا خیال حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فارسی ترجمہ ہی سے اردو ترجمہ میں شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ کو امتیاز حاصل ہے۔ جو موضح القرآن کے نام سے سنہ ۱۷۹۰ء میں شائع ہوا تھا۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے تحت لفظی ترجمہ کیا۔ زبانوں میں قرآن کے ہندی، گجراتی، رومن اور ملایائی ترجمے کئے گئے ہیں۔ بیضاوی کی تفسیر قرآن کا ترجمہ ملایا زبان میں معہ اصل عربی کے شائع ہو گیا ہے۔ اور پنجابی و پشتو میں کیا جا چکا ہے۔ بنگالی اور مرہٹی زبان میں بھی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

جاوی زبان میں بھی ترجمہ سنہ ۱۹۱۳ء میں ہو چکا ہے۔ اسی طرح چینی اور ترکی زبانوں میں

قرآن کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں ۔ انگریزی میں بھی کئی علمائنے ترجمے لکھے ہیں ۔ علامہ یوسف علی مرحوم کا ترجمہ و تفسیر بھی مشہور ہے ۔

ملخص از رسالہ مولوی بابت ماہ جمادی الاوّل ۱۳۶۶ھ مطابق اپریل ۱۹۴۷ء

قرآن پاک کو سب لوگ عربی زبان میں پڑھیں ۔ واقعی بہتر اور اعلیٰ طریق تو یہی ہے ۔ ترجمہ میں ہزار سعی کی جائے مگر وہ خوبیاں کب پیدا ہو سکتی ہیں ۔ اور اصل عبارت کے لطف سے بہرہ ور ہونے کی یہی سبیل ہے ۔

بقیہ : فاروق اعظم قرآن کے آئینے میں

بھی پہلے پہل پردہ نہیں کیا کرتی تھیں ۔ حضرت عمرؓ کو بارہا پردے کا خیال آیا ۔ آخر ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درخواست پیش کی ۔ کہ نیک و بد آپ کی ازواج پر داخل ہوتے ہیں ۔ آپ ان کو پردہ کرنے کا حکم کیوں نہیں صادر فرما دیتے آپ وحی کے انتظار میں تھے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیات نازل فرما دیں ۔

۴ ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرما دی ۔

"واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی"

یعنی مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو پ البقرہ

(۵) قصہ شرب عسل کے سلسلہ میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقتی پریشانی ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا ۔ آپ عورتوں کے بارے میں اتنی مشقت میں کیوں پڑتے ہیں ۔ اگر آپ انہیں طلاق بھی دے دیں تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ، اس کے فرشتے ، جبرائیل و میکائیل میں ابوبکر اور جملہ مومنین ہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی موافقت میں یہ آیت نازل فرمائی ۔

"وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المومنین والملائکۃ بعد ذالک ظھیر"

اور (اگر اسی طرح) پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو یاد رکھیں کہ) پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبریل ہے اور نیک مسلمان ہیں ۔ اور ان کے علاوہ فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں ۔ پ ۲۸ ۔ التحریم ۔

قرآن مجید کے انگریزی تراجم کا جائزہ

قرآن کریم کا پہلا لاطینی ترجمہ ۱۱۴۳ء میں ہوا !

مولانا عبد الماجد دریا بادی کے قلم سے

یورپ کا نام آتے ہی آج تصوّر دماغ کے سامنے اعلیٰ تعلیم یافتہ آبادی اور اس کے سارے لوازم کا نقشہ آ جاتا ہے۔ عالی شان کالج اور یونیورسٹیاں، عظیم الشان لائبریریاں اور تجربہ گاہیں فلسفہ اور سائنس کے ماہرین، تاریخ و ادب کے پروفیسر وغیرہا ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل کا یورپ اس سے بالکل مختلف تھا۔ اس کے شہر ایسے جیسے ہمارے دیہات کوئی پڑھا نہ لکھا اور خیر برطانیہ وغیرہ کس شمار میں تھے، خود روما اپنی پچھلی عظمت اور اقتدار کے باوجود بس کچھ یونہی تھا۔ پڑھنے لکھنے کا شوق خصوصاً مسلمانوں سے متعلق معلومات کہنا چاہیئے کہ بارہویں صدی مسیحی سے شروع ہوا۔ بلکہ محاربات صلیبی (کروسیڈز) نے مسلمانوں اور مسیحوں کو صف بصف میدان فلسطین میں لا کھڑا کیا۔ اب رفتہ رفتہ فرنگیوں کو مسلمانوں کے علوم ان کی تہذیب و تمدن ان کے مذہب سے صحیح واقفیت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ قرآنِ مجید کا پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں موجودہ معلومات کے مطابق سب سے پہلے ۱۱۴۳ء میں ہوا۔ اور مطبع کی ایجاد کے بعد ۱۵۴۳ء میں بمقام باسل چھپ کر شائع ہوا۔ اس کے بعد دوسرا ترجمہ جو کہا جاتا ہے کہ پہلے سے بدرجہا بہتر ہے ۱۶۹۸ء میں بمقام پیڈوا شائع ہوا۔ مترجم کا نام L.MAROCCI ہے اور منقول ہے کہ یہ شخص اپنے وقت کے معیار سے خاصہ فاضل تھا۔

اطالوی زبان میں

اس کے بعد اطالوی اور فرنچ زبانوں میں ترجمے ہونے لگے۔ انگریزی میں سب سے پہلے جو ترجمہ ہوا۔ لیٹن ترجمہ کا ترجمہ ہے۔ ۱۶۴۸ء سے ۱۶۸۸ء تک شائع ہوا۔ یہ اب گویا ناپید ہے۔ دوسرا ترجمہ جارج سیل کے قلم سے لندن میں ۱۷۳۱ء میں شائع ہوا۔ اور اس کی مقبولیت کی یہی دلیل کافی ہے کہ اس وقت سے اب تک برابر اس کے ایڈیشن پر ایڈیشن نکلتے چلے آ رہے ہیں۔ سوا دو سو سال تک اور پھر متعدد دوسرے اور تازہ ترجموں کے بروئے کار آ جانے کے بعد بھی اتنی ہر دلعزیزی کا قائم رہ جانا عجائبات میں ہے۔ لیکن سیل کا ترجمہ اس کا غیر مستحق ہے بھی نہیں اوّل تو اس ترجمہ کو کلام مجید

کے ساتھ اچھی خاصی ہمدردی ہے اسس کی عظمت کا وہ دل سے قائل ہے (عجب نہیں کہ درپردہ وہ مسلمان بھی ہو) اور پھر اس نے ترجمے کے وقت بیضاوی وغیرہ مفسرین کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ تیسرے تفسیری اور توضیحی حاشیہ اس نے کثرت سے دیئے ہیں کتب و تفسیر سیر کے حوالے بھی ملتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ علاوہ دیباچے کے ایک بڑا مفصل مقدمہ بھی اس نے سپرد قلم کیا ہے۔ جس کی آٹھ فصلوں میں اسس نے تاریخ عرب جاہلیت تاریخ مسیحیت خصوصیات قرآن اور امر قرآنی، نواہی قرآنی قرآن کے ضوابط دیوانی جرم اور اشہر حرم، اور فرق اسلامیہ پر اس میں تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ ضخامت تین سو صفحے کے قریب پہنچ گئی ہے۔

مدت دراز تک

مدت دراز تک یہی ایک ترجمہ انگریزی میں متداول رہا۔ یہاں تک کہ ۱۸۶۱ء میں کیمبرج یونیورسٹی کے ایک استاد جے ایم راڈویل نے اپنا ترجمہ شائع کیا اور زبان میں بہت کچھ اصلاحیں کیں۔ اتنی لمبی مدت میں انگریزی زبان کے اندر تغیرات ہو جانے لازمی تھے۔ جیسے اردو میں شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ کی زبان شیخ الہند محمود حسن کے وقت تک خاصی پرانی ہو چکی تھی جو انگریز اپنی زبان و ادب سے زیادہ ذوق رکھتے تھے۔ ان میں راڈ ویل کا ترجمہ زیادہ مقبول ہوا۔ نظرثانی اور ترمیم کے بعد دوسرا ایڈیشن راڈ ویل نے ۱۸۷۶ء میں شائع کیا۔ اور ایک طویل دیباچہ کا اضافہ کیا اور اس کے بعد یہی ایڈیشن بار بار طبع ہوا۔ اس میں حاشیے نسبتاً بہت کم ہیں۔ البتہ راڈ ویل نے جدت کی کہ سورتوں کی ترتیب تاریخ نزول کے مطابق کردی۔ چنانچہ شروع سورۂ علق سے کرکے مدثر ہوتے ہوئے ختم سورۂ مائدہ پر کیا ہے۔

۱۸۸۰ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک جرمن پروفیسر میکسمولر کو جو خود بھی سنسکرت کا عالم تھا۔ مشرق کی تمام کتب مقدسہ کو انگریزی میں منتقل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ قرآن مجید کا ترجمہ اس نے پروفیسر پامر کے سپرد کیا جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی زبان کے استاد تھے۔ پامر کا ترجمہ قرآن دو ضخیم جلدوں میں ۱۹۰۰ء میں نکلا اور ایک زمانے تک مستند اور عالمانہ سمجھا جاتا رہا۔ اور اتنا تو واقعہ ہے کہ اس کا ترجمہ بمقابلہ راڈویل وغیرہ کے الفاظ قرآن سے قریب تر ہے۔ اس کی عملی شہرت کچھ روز کے بعد سرد ہوگئی۔ البتہ ان کے تراجم کے مختلف ایڈیشن زمانۂ حال تک نکلتے رہے۔ ۱۹۳۲ء میں جو ایڈیشن چھوٹے سائز کی ایک جلد میں نکلا اس پر مقدمہ پروفیسر نکلسن کے قلم سے ہے۔ تفسیری حاشیے پامر کے ترجمے میں بھی بہت ہی کم ہیں۔

یہ سارا تذکرہ مکمل قرآن کے ترجموں کا تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ جزوی ترجموں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ای، ڈبلو، لین (LANE)

اپنے زمانے میں ایک نام آور مستشرق انگریز گزرا ہے۔ اس نے نہ صرف الف لیلہ کا ترجمہ انگریزی میں کیا تھا۔ بلکہ قاموس کی مشہور ضخیم شرح تاج العروس کو بھی انگریزی کی آٹھ طویل و عریض جلدات میں لے آیا تھا۔ اس نے ۱۸۴۳ء میں منتخبات قرآن انگریزی میں شائع کئے۔ کتاب کے دو حصے تھے پہلے میں عقائد اسلامی سے متعلق قرآنی آیات کے ترجمے تھے۔ توحید، رسالت، قرآن، وحی، حشر، ملائکہ، جنت، جہنم، تقدیر، کفر و ایمان وغیرہ کے زیر عنوان۔ اور دوسرے حصے میں قصص قرآنی، انبیاء سابقین، کتب سماوی آدم و حوا، قابیل و ہابیل، نوح و طوفان نوح، عاد و ثمود، موسیٰ و عیسیٰ، عزیز و مسیح وغیرہ سے متعلق اقتباسات تھے۔ یہ ایڈیشن اب نایاب ہے۔ ۱۸۷۹ء میں لین کے بھتیجے اور جانشین اسٹینلی لین پول نے بہت کچھ ترمیم و اضافہ کے بعد اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا اور اس میں گو توضیحی حاشئے بہت گھٹا دیئے۔ لیکن ایک مفصل مقدمہ بھی اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ لین اور لین پول دونوں کا شمار اسلام و مسلمین ہمدردوں میں ہے اور یہ ہمدردی دونوں تحریروں میں نمایاں ہے۔

قرآن کے انتخابات

قرآن مجید کے کچھ اور انتخاب بھی اس کے بعد شائع ہوئے۔ مثلاً ایک پادری سیل (SALE) کے قلم سے اور ایک سر ولیم میور (مصنف لائف آف محمدؐ) کی طرف سے لیکن کچھ زیادہ شہرت انہیں حاصل نہیں ہوئی۔

۱۸۹۴ء میں شامی الاصل و یہودی النسل انگریز ڈی۔ ای۔ مارگولیس نے (جو آگے چل کر آکسفورڈ میں عربی کا پروفیسر ہوا اور اپنی اسلام دشمنی میں نامور) بیضاوی کی تفسیر سورۃ آل عمران کا ترجمہ شائع کیا۔ آل عمران کا انتخاب شاید اسی مناسبت سے کیا کہ اس میں حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہے۔

۱۸۹۶ء میں وقت کے ایک مشہور پادری اور مسلمان سے مناظرہ کرتے رہنے والے ایم وھیری (WHERRY) نے سیل (SALE) ہی کے قدیم ترجمے و حواشی کو اصل و اساس قرار دے کر ایک مستقل تفسیر چار جلدوں میں شائع کر دی۔ اس تفسیر میں بیضاوی، کشاف، جلالین و تاریخ وھیری نے جن جدید ماخذوں کے حوالے دیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر رؤفی (معلوم نہیں کہ اس نام سے کونسی فارسی تفسیر مراد ہے)۔

۲۔ تفسیر حسینی (ملا حسین واعظ کاشفی کی ایک چلی ہوئی فارسی تفسیر)

۳۔ تفسیر فتح الرحمٰن (غالباً شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی حواشی مراد ہیں)

۴۔ حواشی شاہ عبدالقادر دہلوی (غالباً موضح القرآن مراد ہو۔

یہ سب ترجمے غیر مسلموں کے کئے ہوئے تھے۔ اور قدرۃً بغیر اصل متن انگریزی میں چھپے تھے۔ ۱۹۰۵ء میں سب سے پہلے ایک مسلمان کے قلم سے انگریزی میں ترجمہ نکلا۔ یہ صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم نامی تھے۔ ایک زمانے

تک احمدی یا قادیانی رہ کر پھر اس حلقہ سے نکل آئے تھے، رامپور سے ایک ماہنامہ بھی قرآنیات سے متعلق الذکر الحکیم کے نام سے نکالتے رہے قرآن مجید کا ایک ترجمہ اردو میں اپنے دور احمدیت میں کیا۔ انگریزی ترجمہ غالباً لندن میں چھپا تھا ایک اوسط ضخامت کی جلد میں بغیر متن کے تھا۔ اب نایاب ہے، مدّت دراز ہوئی ان کے وارثوں سے جو پٹیالہ میں رہتے تھے۔ ایک نسخہ میں نے منگا کر دیکھا تھا۔ کوئی خاص بات تو اس میں معلوم نہیں ہوئی۔ البتہ یہ اولیت کا شرف ان کیلئے کیا کم ہے کہ مسلمانوں میں انہوں نے سب سے پہلے انگریزی ترجمے کی ہمت کی۔ یہ صاحب ڈاکٹری میں ایم بی کی ڈگری رکھتے تھے۔

اس کے چند ہی سال کے بعد غالباً ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء میں ایک انگریزی ترجمہ دو ضخیم جلدوں میں مرزا ابوالفضل الہ آبادی کا کیا ہوا ہے یہ پہلا انگریزی ترجمہ ہے جو متن قرآنی کے ساتھ چھپا۔ اوپر متن قرآن ہے اور صفحہ کے تحتانی حصّہ میں اس کا ترجمہ وحاشیے اس میں بہت کم ہیں۔ اور جتنے بھی ہیں وہ آخر میں نمبر ڈال کر یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ میرے پاس اس کا جو نسخہ ہے اس کا سرورق وغیرہ غائب ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی دیباچہ اس کے شروع میں ہو۔ مترجم کا انتقال ابھی چند سال ہوئے حیدر آباد دکن میں ہوا۔ لیکن ان کا ترجمہ مدّت ہوئی گمنام ہو چکا ہے۔

مولانا شبلی کی تحریک

عین اسی زمانہ میں مولانا شبلیؒ کی تحریک پر یا کم سے کم ان کی حوصلہ افزائی سے ایک مستند اور فاضلانہ ترجمہ کی طرح نواب عمادالملک سید حسن بلگرامی نے حیدر آباد دکن میں ڈال دی تھی۔ نواب صاحب گو شیعی خاندان سے تھے لیکن اپنے عقیدہ و عمل کے لحاظ سے کسی فرقے سے تعلق رکھنے کی بجائے محض مسلم تھے۔ انگریزی کے ادیب تھے اور عربی ادب پر بھی ان کی نظر گہری تھی۔ مولانا شبلیؒ کے مضامین "الندوہ" میں ان کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ نواب صاحب کا اندازہ تھا کہ دو سال میں کام ختم کر لیں گے۔ مگر اسی اثنا میں مولانا حمید الدین فراہی (صاحب تفسیر نظم القرآن) سے ان کی مراسلت شروع ہو گئی اور پھر مولانا خود بھی حیدر آباد منتقل ہو گئے۔ اب نواب صاحب نے اپنے کام پر محنت ان کی شرکت اور مشورہ سے شروع کی۔ اور اپنا پہلے کا مسوّدہ گویا بیکار کر دیا۔ بہر حال کام سورۂ طہٰ (پارہ سولہ) تک کسی نہ کسی طرح پہنچا تھا کہ ضعف و کبرسنی کے باعث نواب صاحب کام سے معذور ہو گئے، اور یہ خدمت قرآنی جو بہت قابلِ قدر ہوتی اسی منزل پر رک کر رہ گئی اور شائع ایک پارہ بھی نہ ہو سکا نواب صاحب نے از راہ احتیاط اپنے مسوّدہ کی سو دو سو کاپیاں طبع کرا کے اور سامنے کا کالم سادہ چھوڑ کے مختلف اہل علم کے پاس اور اصلاح کے لئے روانہ کر دی تھی۔

۱۹۱۵ء تھا کہ احمدی یا قادیانی فرقہ کی انگریزی تفسیر کا پارہ اوّل شائع ہوا۔ اس میں صفحہ کے بالائی حصّہ میں متن قرآن ہے۔ اس کے نیچے وہی متن رومن خط میں اس کے بعد آیت کا نمبر دے کر ترجمہ ہے۔ اور نیچے تفسیری حاشیے اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہیں اور ترجمہ و تفسیر دونوں میں فرقہ کے خصوصی عقائد کا رنگ نمایاں ہے۔ اسی چالیس سال کے عرصہ میں یقیناً مکمل قرآن مجید کا ترجمہ اسی طرح شائع ہو چکا تھا۔ میری نظر سے ۱۹۴۸ء میں اس ترجمہ کی دوسری جلد گذری ہے جو سورۂ کہف (پ ۱۶) تک تھی۔

اسی زمانہ میں شیعہ جماعت میں بھی ترجمہ قرآن کی تحریک پیدا ہوئی اور لکھنؤ کے کسی ادارہ (غالباً مدرسۃ الواعظین) کی جانب سے شیخ بادشاہ حسین بی۔ اے کے کئے ہوئے ترجمے کے کچھ اجزاء شائع بھی ہوئے غالباً سورۂ بقر تھی یا صرف پارہ اوّل تھا۔ اب یہ خوب یاد پڑتا نہیں۔ بہر حال اتنا یاد ہے کہ ایک جلد اسی زمانہ میں دیکھی تھی اور ترجمہ پسند نہیں آیا تھا۔ بہت الجھا ہوا تھا۔

ادھر یہ سب ہو رہا تھا کہ ادھر لاہور سے ۱۹۱۸ء میں ایک خاص اہتمام کیساتھ ایک نیا ترجمہ القرآن حامل المتن مع حواشی تفسیری نکلا۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی ایم۔اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کے قلم سے تھا۔ اور یہ انگریزی ترجموں کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تفسیری ترجمہ جدید انگریزی خواں جماعت کی ذہنیت کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا تھا۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں میں خوب مقبول ہوا۔ غیر مسلموں میں بھی اس کی مانگ اچھی خاصی ہوئی اور مدتوں یہی ترجمہ باہر والوں کی نظر میں "اسلامی" حیثیت سے مستند سمجھا جاتا رہا۔ اس کے شروع میں ایک بڑا مفصل دیباچہ ہے۔ جس میں اصول دین و عقائد و احکام شریعت سب ضروری تفصیل کے ساتھ آگئے ہیں اور غیر مسلموں کو اسی کے ذریعہ سے پوری واقفیت اور رہنمائی اسلام کے متعلق ہو جاتی ہے۔ پھر ہر سورۂ کے شروع میں سورۃ کے مضامین و مباحث سے متعلق ایک سلجھا ہوا مقدمہ ملتا ہے۔ اور بائیں کالم میں آیت کے نمبر ڈال کر اس کا انگریزی میں ترجمہ نیچے کے حصّے میں تفسیری حواشی درج ہیں "احمدیت" ان حواشی میں زیادہ نہیں البتہ "سید احمد خانیت" اچھی خاصی موجود ہے۔ یعنی معجزات و خوارق کی تاویلات۔ اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں اور ۳۸ء میں اس کا اختصار بھی شائع ہو چکا ہے۔ یعنی محض ترجمہ بہ حذف متن۔

غالباً ۱۹۳۰ء تھا یا اس سے کچھ قبل جب ایک نو مسلم انگریز محمد مارماڈیوک پکھتال کا ترجمہ MEANING OF THE GLORIOUS QURAN - (قرآن مجید کا مفہوم) کے عنوان سے پہلی بار نکلا۔ پکھتال اپنی زبان کا ادیب اور اہل قلم تھا۔ شروع ہی

سے مسلمانوں کا ہمدرد ہوا خواہ اسلامی تاریخ سے متعلق بھی اس کے کئی افسانے اس وقت تک نکل چکے تھے۔ اس کی زبان کی خوبی و شستگی کا کیا کہنا۔ اصل قرآن کی جاذبیت زبان و بیان ایک حد تک ترجمہ میں منتقل ہو آئی ہے۔ البتہ اس میں حاشیئے برائے نام ہی ہیں پہلا ایڈیشن بغیر متن کے نکلا تھا۔ اس کے بعد متعدد ایڈیشن نکلے بعض معرا اور بعض حامل المتن تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اس ترجمہ کو پڑھ کر اطمینان کی سانس لی اور کہا کہ اب جاکر ہم اس قابل ہوئے کہ اپنی کتاب دوسروں کے ہاتھ میں دے سکیں۔

۱۹۳۷ء تھا کہ ہندوستان کے آئی سی ایس آفیسر عبداللہ یوسف علی کو جو اپنی انگریزی انشاء پردازی میں مشہور اور ممتاز تھے۔ ترجمہ قرآن مجید کا خیال آیا اور ڈھائی سال کے عرصہ میں قسط وار ان کا پورا ترجمہ لاہور کے انگریزی پبلشرز شیخ محمد اشرف نے شائع کر دیا۔ تفسیری نوٹ اس میں کثرت سے ہیں اور اچھے ہیں۔ اور انگریزی بھی مدح و تحسین کے قابل لیکن بحیثیت ترجمہ یہ کتاب کچھ زیادہ مقبول نہیں۔ اصل عبارت سے مترجم بہت دور ہٹتے چلے گئے ہیں۔ اور صرف خلاصہ مطلب کو اپنی خوبصورت زبان میں لے لینے کو کافی سمجھا ہے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ زبان کی بجائے نثر کے نظم Blank Verse کی شکل اختیار کی ہے۔

"احمدی" ترجموں کے ذیل میں حافظ غلام سرور (جج ہائیکورٹ سنگاپور) کے ترجمے کا ذکر رہ گیا۔ اس کا زمانہ اشاعت محمد علی پکھتال کے ترجموں کے درمیان ہے۔ یہ ترجمہ مختصر سا ہے لیکن حواشی تفسیری اور متن عربی سے معرا عرصہ ہوا اسے دیکھا تھا۔ کوئی خاص بات اس میں نہ ملی تھی۔ بڑا نقص اس میں یہ ہے کہ اسلوب بیان شعر و نظم کا اختیار کیا گیا ہے۔ قبول عام اسے کچھ زیادہ حاصل نہ ہو سکا۔

ان سطور کے راقم آثم نے بھی بہت سے مخلصوں اور بزرگوں کی ہمت افزائی سے ۳۳ء میں اس کام کو ہاتھ لگایا شروع میں مشکلات کا پورا اندازہ نہ ہوا بلکہ خیال یہ غالب رہا کہ پکھتال، محمد علی وغیرہ کے ترجمے موجود ہی ہیں اور اردو میں بھی خاصا ذخیرہ مہیا ہے۔ ان کی مدد سے باآسانی کام چل جائے گا۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ خیال صحیح نہ تھا۔ اتنی سہولتوں کے باوجود نفس ترجمہ ہی دشوار ہے۔ چہ جائیکہ تفسیری حواشی۔ بہر حال کئی کئی بار کی ترمیم و نظرثانی کے بعد کام ۳۹ء کے آخر میں ختم ہوا۔ ایک ندوی مخلص کی وساطت سے لاہور کے ایک ناشر نے ۴۰ء میں اس کے طبع واشاعت کی پیش کش کی۔ پورا مسودہ اسی وقت روانہ کر دیا گیا۔ ادھر سے وعدہ ہوا کہ پوری کتاب ۳½ سال میں شائع ہو جائیگی۔ پہلا پارہ ۴۱ء میں نکلا مگر دوسرا اس کے پورے دو سال ۴۳ء میں! اور اس کے بعد کام یک لخت ٹھپ ہو گیا۔ یہاں تک کہ بالآخر

پوری کتاب ۱۶۱۱ء میں شائع ہوئی۔ ترجمہ بڑی حد تک لفظی کیا گیا ہے اور زبان پُرانی ہی استعمال کی گئی ہے۔ جو انگریزی بائبل کی مدّت سے چلی آ رہی ہے۔

۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء میں ایک نئے ترجمہ کا ظہور پادری رچرڈ بل (BELL) ڈی ڈی لیکچرار عربی اڈنبرا یونیورسٹی کے قلم سے دو جلدوں میں ہوا۔ ترجمہ حامل المتن تو خیر کیوں ہوتا۔ توضیحی حواشی سے بڑی حد تک محروم ہے۔ البتہ ایک جدّت اس میں بالکل انوکھی ہے۔ راڈ ویل تو یہیں تک رہا تھا کہ اس نے سورتوں کی ایک ترتیب تنزیلی و ترتیلی گڑھ لی تھی۔ ان بزرگ نے اس سے آگے بڑھ کر یہ کیا کہ سورتوں کے اندر آیتوں کی ترتیب مکّی، مدنی اور غیر یقینی زمانے کے لحاظ سے گڑھ لی تھی۔ اور کتاب بے تکلف اسی طور پر چھاپ بھی دی! جس سے اور تو اور مطالعہ میں بھی اچھی خاصی الجھن ہوتی ہے

تازہ ترین ترجمہ قرآن کیمبرج یونیورسٹی کے موجودہ شہرۂ آفاق عربی پروفیسر اے جی اربری کے قلم سے ہے۔ ۱۹۵۳ء میں ان کا (منتخبات قرآن مع مقدمہ) ایک سو اسّی صفحے کی ضخامت سے نکلا تھا۔ اور مکمل ترجمہ دو جلدوں میں ۱۹۵۵ء میں نکل آیا ہے۔ متن عربی کے علاوہ تفسیری حواشی سے بھی معرّا۔

قرآن مجید کے اثر کی جہانگیری کا کیا کہنا، یہ تذکرہ صرف انگریزی کے تراجم کا تھا۔ جرمن۔ فرنچ۔ اسپینی۔ روسی وغیرہ دوسری زبانوں کا ذکر نہیں اور پھر انگریزی میں بھی نام صرف انہیں کتابوں کا لیا گیا جو براہِ راست قرآن پر ہیں۔ باقی جو کتابیں قرآن سے متعلق لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں مثلاً اسٹینٹن کی "تعلیمات قرآن" تو ایسی کتابوں کا شمار ہی نہیں۔

۱۹۵۶ء تھا کہ امریکہ سے ایک شخص نیا ترجمہ کے سلسلہ میں نکلا۔ مترجم کوئی شخص ان جے داؤد نامی ہیں جو بظاہر کوئی مشرقی نژاد عیسائی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ترجمہ بھی علاوہ متن عربی سے معرّا ہونے کے، توضیحی حاشیے بھی برائے نام ہی رکھتا ہے۔ اور سورتوں کی ترتیب بھی مترجم صاحب نے راڈ ویل اور بل کی راہ پر چل کر اپنی خود رائی سے قائم کی ہے۔ دیباچہ میں مترجم نے قرآن مجید کو ادبی حیثیت سے بے نظیر تسلیم کیا ہے۔

اسلامی دنیا میں ایک ترجمہ پاکستان میں خواجہ عبدالوحید صاحب اپنے انگریزی کے پندرہ روزہ الاسلام میں قسط وار چھاپ رہے ہیں۔ جس کی آخری قسط سورۂ شعراء (پ ۱۹) کے آخر تک نکلی تھی۔ اس کے بعد غالباً پرچہ ہی بند ہوگیا اور پاکستان سے یہ خبر آئی تھی کہ مکمل ترجمہ قرآن مشہور نو مسلم فاضل محمد اسد کے زیر تسوید ہے یقین ہے کہ یہ قابل دید ہوگا۔ باقی خبریں مصر و حجاز دونوں سے بھی مستند انگریزی ترجموں کے زیر ترتیب ہونے کی آ رہی ہیں۔

مولانا عبید اللہ کوٹلی ندوی

قرآن کا معاشی نظریہ اور نظام

صحابہ کرام رض کا ایک سوال اور اس کا قرآنی جواب

ویسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمٰی والمساکین وابن السبیل و ما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم (القرآن الحکیم)

ترجمہ :- لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں آپ کہہ دیجئے کہ حلال مال تم جو بھی صرف کرو وہ والدین، اعزاء، یتامی، مساکین اور مسافروں کے لئے ہونا چاہیئے اور تم جو بھلائی بھی کروگے اس کی حقیقت خدا پر عیاں ہوگی۔"

قرآن مجید میں صحابۂ کرام کی طرف سے دریافت کردہ یہ دوسرا سوال ہے جس کا اللہ تعالے نے خود جواب عنایت فرمایا مگر غور کرنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال میں جو بات دریافت کی گئی تھی قرآن نے اس کے جواب کو زیادہ اہمیت نہیں دی ہے سوال یہ کیا گیا تھا کہ کیا کیا خرچ کریں ؟ اس کے جواب میں قرآن کہتا ہے کہ حلال مال تم جو بھی خرچ کرو اور یہ کہتے ہی وہ فوراً اسی فقرہ پر بتفصیل یہ بیان کرنا شروع کر دیتا ہے کہ مال کا مصرف کیا ہوگا ؟ دولت کہاں خرچ کی جائے گی ؟ سرمایہ کے ذریعہ تعاون کے مستحق لوگ کون ہوں گے ؟ گویا معاشیات کی اصطلاح میں قرآن افزائش دولت (PRODUCTION) کے بجائے تقسیم دولت (DISTRIBUTION) کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے اور یہی وہ بنیادی فرق ہے جو اسلامی نظام معاش کو دنیا کے دوسرے معاشی نظاموں سے ممتاز کرتا ہے - دنیا کے قریباً تمام ہی نظام فکر مفاسد کا سرچشمہ "افزائش دولت" کے غلط ذرائع کو قرار دیتے ہیں افلاطون کے یوٹوپیائی نظام سے لے کر موجودہ زمانہ کے مارکسی طرز فکر یا قدیم و جدید سرمایہ دارانہ نظاموں تک، سب کے غور و فکر کا مرکز یہی حصول دولت کا مسئلہ قرار پایا ہے مفاسد کا سرچشمہ چند لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ حصول دولت کے غلط ذرائع فروغ پا رہے ہیں - سرمایہ داروں نے حصول دولت کے جو ناجائز طریقے اپنا لئے ہیں انہی کی وجہ سے معاشرہ میں بے اعتدالی رونما ہوتی ہے غربت و افلاس کا اضافہ ہوتا ہے اور حصول دولت کے غلط ذرائع اختیار کرنے کی وجہ سے امیر، امیر تر اور

پھر خود غرض ہوتا چلا جاتا ہے دولت کے حاصل کرنے میں وہ فریب دھوکہ اور غریبوں کے قتل سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ دوسری طرف غریب اپنا یہ انجام دیکھ کر خود بھی رنگ بدلنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں چوری کرتے ڈاکہ ڈالتے اور ماحول کو فتنہ و فساد کا اکھاڑہ بنا لیتے ہیں لہذا ان حضرات کے نزدیک صحیح راہِ عمل یہ ہے کہ غلط ذرائع حصول کو بند کرنے اور حصولِ دولت کے جائز طریقوں کو رواج دینے کے لئے دولت کو قومیا لیا جائے حکومت کو سارے اختیارات جزا و سزا دے کر ہی یہ ممکن ہے کہ مفاسد کا سر چشمہ خشک ہو۔ اور معاشرہ امن و سکون سے ہمکنار ہو سکے ان کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ وہ ہیں جو افزائش دولت کے غلط ذرائع کو منبع فساد قرار دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اسی رُخ پر غور کرتے کرتے وہ یہ نتیجہ برآمد کرتے ہیں کہ دراصل مفاسد کا سرچشمہ حصولِ دولت کے غلط ذرائع ہی نہیں بلکہ خود حصولِ دولت بھی ہے، دولت کی محبت ہی تو وہ مرض ہے جس کی وجہ سے افراد غلط ذرائع اختیار کرتے ہیں اور پھر فساد اور خرابی کا لاوا پھوٹ پڑتا ہے اس لئے ان حضرات نے علاج یہ تجویز کیا کہ خود دولت سے ہی لوگوں کو متنفر بنا دیا جائے دولت کی ناپاکی اگر انسانوں کے ذہنوں میں بیٹھ گئی تو وہ حصول دولت کے ان غلط ذرائع کو استعمال کرنے سے بچیں گے جو ملک و قوم کو معاشی کشمکش میں مبتلا کرتے ہیں۔ یہ معاشی نظریہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے وہی نظریۂ رہبانیت ہے جو کسی زمانہ میں عیسائیوں کو دنیا بیزاری پر آمادہ کرتا رہا، ایران میں اس نے مانی ازم کی شکل اختیار کی اور ہندوستان میں وہ جوگ کی صورت میں نمودار ہوا۔

انسان کی معاشی زندگی میں یہی دونوں نظریے کار فرما رہے ہیں مگر جس طرح کہ پہلے نظریے نے جس کی مثال ہمارے سامنے کمیونزم کی شکل میں موجود ہے انسانیت کا علاج کرنے کے بجائے اس پر پے در پے ظلم و ستم ڈھائے حصول دولت کے غلط ذرائع کو طاقت کا سہارا دیا ملک کے باشندوں کو آہنی دیواروں میں محبوس کر دیا عوام کے ہاتھ سے سب کچھ چھین کر اس کی گردن میں غلامی کی سنہری زنجیر ڈال دی۔ اسی طرح دوسرے نظریے نے خود انسانی فطرت سے بغاوت کی اس نے فلاح و کامرانی عطا کرنے کے خوبصورت نعرے لگائے پھر خود انسانوں اور انسانیت سے جنگ کرنے کی سازش کی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ آگ اور بھڑکی اور رہے سہے تنکوں کو بھی جلا کر خاکستر کر گئی اور آج گو یہ نظریہ کتابوں کے نقوش میں پنہاں ہے مگر اس کے نام لیوا دیکھتے ہی دیکھتے فنا ہو گئے۔

قرآن کا فیصلہ

ان دونوں نظریات کے بالمقابل قرآن اگرچہ حصول دولت کے غلط ذرائع کو ناجائز ٹھہراتا ہے لیکن وہ تنہا استحصال کے غلط ذرائع کو مفاسد کا اصل سرچشمہ قرار نہیں دیتا۔ وہ اگرچہ دولت سے عشق کرنا نہیں سکھاتا۔ مگر اس کی تعلیمات میں دولت کی نفرت کو امن و امان کی جنت کا ٹکٹ بھی قرار نہیں دیا گیا ہے۔

اسلام کے نزدیک مفاسد کا سرچشمہ یہ نہیں ہے کہ انسان غلط ذرائع حصول اختیار کرتا ہے یا دولت سے اسے محبت ہے بلکہ مفاسد کا سرچشمہ اور خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ :۔

(۱) انسان دولت و سرمایہ کو غلط راہوں میں صرف کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے اور معاشرہ کے حق میں تخریب کے اسباب بہم پہنچتے ہیں۔

(۲) انسان دولت و سرمایہ کو صحیح راہوں پر خرچ نہیں کرتا اور اس کی وجہ سے معاشرہ میں تعمیری مقاصد کو تکمیل تک پہنچنے کی راہ مسدود ہو جاتی ہے

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے نزدیک خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ تقسیم دولت کا نظام غلط بنیادوں پر قائم ہے۔ تقسیم دولت کی صحیح راہوں کے مسدود ہونے اور انفاق کے غلط دروازوں کے کھل جانے کی وجہ سے معاشرہ خرابیوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے فتنوں کے پھوٹنے اور خرابیوں کے جڑ پکڑنے سے امن و امان غارت ہو کر رہ جاتا ہے اور انسانی سوسائٹی معاشی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ اخلاقی سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے بھی بے اعتدالیوں کا شکار ہو جاتی ہے۔

اسلام کا یہی اندازِ فکر اسلامی معاشیات کی بنیاد ہے دوسرے غلط معاشی نظاموں نے اپنے غور و فکر کا مرکز حصول دولت اور اس سے پیدا شدہ مسائل کو قرار دیا۔ اور اسلام ان سب کے برخلاف تقسیم دولت کو اپنے فکر کی بنیاد قرار دیتا ہے حصول دولت کے غلط ذرائع کو اختیار کرنے کی وجہ سے جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کا سبب بھی اگر غور کیا جائے تو دولت کی ناجائز تقسیم، یا سرمایہ کا غلط مصرف ہی ٹھہرتا ہے یہ ایک واقعہ ہے کہ انسان زیادہ خرچ کرنے کے لئے ہی زیادہ حاصل کرتا ہے وہ اپنے دماغ میں دولت کو صرف کرنے کے لئے جائز اور ناجائز بہت سے پلان بناتا ہے فخر و پندار اسے مجبور کرتے ہیں کہ وہ نمائشی کاموں میں یا سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے دولت کو زیادہ سے زیادہ لٹائے اور بے موقع لٹائے خود غرضی اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے عیش اور تن آسانی کے لئے دوسروں کا بھی پیٹ کاٹے۔ غریبوں کا خون چوسے انسانوں کو فریب دے کر حصول دولت کے زیادہ سے زیادہ آسان طریقے اپنائے راہروؤں کو قتل کرے اور عوامی بیداری کے امکانات کو ناممکن بنا دے۔

قرآن کریم کی پیشگوئیاں

تحریر: حافظ عبدالمجید، گورنمنٹ کالج، چکوال

اللہ تبارک و تعالےٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ پر قرآن مجید جیسی کتاب نازل ہوئی۔ اس کتاب میں انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ بے شمار پیش گوئیاں موجود ہیں۔ جو نزولِ قرآن کے کافی عرصہ بعد حرف بحرف پوری ہوئیں اور یہ بات قرآن پاک کی صداقت کے دلائل میں سے ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

قرآن کا چیلنج

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں پیدا ہوئے اور قرآن پاک بھی عربی زبان میں نازل ہوا۔ عربوں کو اپنی زبان پر بہت ناز تھا۔ وہ غیر عربوں کو "عجمی" یعنی "گونگا کہا کرتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک عربی زبان کے علاوہ تمام زبانیں ہیچ تھیں۔ پھر وہ اپنی زبان میں فصاحت و بلاغت کے بادشاہ تھے، عربی کے بہترین انشاپرداز تھے۔ ان کے فصیح و بلیغ قصائد ہرن کی جھلیوں پر آبِ زر سے لکھے جاتے اور حج کے موسم میں خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے۔ لیکن قرآن نے ان سب کو یہ چیلنج دیا کہ وہ سب بلکہ تمام دنیا کے انسان اور جنّ مل کر بھی قرآن پاک جیسی کتاب نہیں لا سکتے۔ اور یہ پیش گوئی کی کہ کسی صورت میں بھی ایسی کوئی کتاب قرآن پاک کے مقابلہ میں بنائی نہ جا سکے گی۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ (پ ۱۵- ع ۱۰)

ترجمہ: اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیں کہ اگر سارے جنّ اور انسان اکٹھے ہو کر اس قرآن کے مثل کوئی کتاب لانا چاہیں تو اگرچہ ایک دوسرے کی امداد و اعانت بھی کریں ہرگز ایسی کتاب نہ لا سکیں گے۔

دوسری جگہ قرآن کریم نے یہ اعلان کیا ہے کہ قرآن کریم کے مثل پوری

کتاب پیش کرنا تو درکنار اس کی سورتوں جیسی دس سورتیں بھی کوئی نہیں بنا سکتا۔

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مُّفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللّٰهِ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ۝ (پ ۱۲ ع ۲)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ تم لے آؤ اس جیسی دس سورتیں بنا کر۔ اور بلا لو جس کو بلا سکو اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید نے تمام دنیا کے انسانوں کو چیلنج دیا کہ قرآن جیسی کتاب کے مثل کتاب نہ سہی، ایک ہی سورت بنا کر لے آئیں —— خداوند قدوس نے یہ اعلان فرمایا کہ ایک سورت بھی کوئی بنا کر قرآن کے مقابلہ میں پیش نہیں کر سکتا۔

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهٖ وَادْعُوا شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ اللّٰهِ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ (پ ۱ ع ۳)

ترجمہ: اور اگر تم شک میں ہو اس کلام کے متعلق جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر، تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی۔ اور بلاؤ ان کو جو تمہارے مددگار ہوں اللہ کے سوا۔ اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی ہیں اور پتھر۔

اس چیلنج کو چودہ برس ہونے والے ہیں اور آج تک کوئی بھی قرآن پاک جیسی ایک سورۃ بھی پیش کرنے کی ہمت نہیں کر سکا اور قرآن کریم کی یہ پیش گوئی چودہ سو برس سے پوری ہو رہی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک پوری ہوتی رہے گی۔

حفاظتِ قرآن

جب قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا تو خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس کی حفاظت کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اور اس مقصد کے لیے آپ اس کو جلدی جلدی پڑھنے لگے تو خداوندِ قدوس نے یہ ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کا جمع کرنا اور حفاظت کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ۔ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔ (پ ۲۹ س قیامہ)

ترجمہ: آپ اس کے پڑھنے کے لیے زبان کو حرکت نہ دیں کہ آپ جلدی سیکھ لیں۔ بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا۔ پھر جب ہم پڑھنے لگیں (فرشتہ کی زبانی) تو آپ اس کے پڑھنے کی تابعداری کریں۔ پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا کھول کر بتلانا۔

دوسری جگہ قرآن پاک کی حفاظت کو خداوند قدوس نے اپنے ذمہ لیا ہے اور قرآن پاک کے محفوظ رہنے کی پیش گوئی کی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ترجمہ: ہم نے ہی قرآن پاک کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن پاک کی یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی۔ قرآن کریم کے جمع و تدوین اور حفاظت کا کام اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا۔ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تمام اسلامی مملکت میں شائع کیا اور آج تک قرآن پاک اسی طرح محفوظ ہے۔ اور قیامت تک محفوظ رہے گا اس کا ایک ایک کلمہ، ایک ایک حرف اور زبر زیر پیش تک بعینہٖ محفوظ رہے گا۔ اس پیش گوئی کا پورا ہونا نہ صرف قرآن کریم کی صداقت کی ایک واضح دلیل ہے بلکہ خلافتِ راشدہ کی حقانیت کا ثبوت بھی ہے۔

غلبۂ روم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں کرۂ ارضی پر دو طاقتور سلطنتیں روم اور ایران کی سلطنتیں تھیں جن میں باہم آویزش رہتی تھی کبھی ایک کو فتح ہوتی تھی کبھی دوسری کو۔ آپؐ کے دعوئی نبوّت سے بھی پہلے ۶۰۲ء میں روم اور ایران کے درمیان ایک زبردست لڑائی شروع ہوئی اور طویل عرصہ تک جاری رہی۔ رومی چونکہ اہل کتاب تھے اس لیے مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں اور مشرکین مکّہ کی ہمدردیاں ایران کے مجوسیوں کے ساتھ تھیں۔ نبوّت کے پانچویں سال ۶۱۵ء میں ایرانی غالب اور رومی مغلوب ہو گئے۔ رومیوں کی قوت اتنی ٹوٹ گئی کہ ان کے غالب آنے کا دوبارہ کوئی امکان نہ رہا۔ ایرانیوں کے اس انتہائی غلبہ کے زمانہ میں قرآن کریم نے روم کے غلبہ کی پیش گوئی کی۔

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْۤ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۝ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ وَ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ۔ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (پ ۲۱ ع ۴)

ترجمہ: الم۔ مغلوب ہو گئے رومی قریب کی سرزمین میں اور اس مغلوبیت کے بعد چند ہی سال (زیادہ سے زیادہ نو برس میں) میں وہ پھر غالب آئیں گے۔ اور اس دن مسلمانوں کو بھی اللہ کی نصرت سے خاص مسرت ہوگی۔ وہ جس کی چاہے مدد کرتا ہے اور وہی غلبہ والا اور مہربان ہے۔

یہ آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جب کہ رومیوں کو سخت عبرت ناک شکست ہو چکی تھی اور جبکہ مسلمانوں کی حالت نہایت کمزور تھی۔ ان آیات میں دو زبردست پیش گوئیاں کی گئیں۔ ایک رومیوں کے فتحیاب ہونے کی اور دوسری کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے کامیاب ہونے کی۔ یہ پیش گوئیاں ٹھیک نویں سال یعنی ۶۲۴ء میں پوری ہوئیں۔ رومی فوجوں نے ایرانی فوجوں کو زبردست شکست دی اور ایران کے اندر گھستی چلی گئیں۔ اور ان کے سب سے بڑے آتشکدہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور اسی سال غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے کفارِ مکّہ کو عبرت ناک شکست دی ——

قرآن پاک کی یہ پیش گوئی اس قدر واضح ہے کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تاریخ زوالِ روما کا مصنف ایڈورڈ گبن لکھتا ہے:۔

"پیغمبر اسلام (ؐ نے) عین اس وقت جب کہ ایرانیوں کو پیہم کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں اس پیش گوئی کی جرأت کی کہ چند سال میں فتح و ظفر رومی علم پر سایہ فگن ہوں گے۔ جس وقت یہ پیش گوئی کی گئی تھی کوئی پیش گوئی اس سے زیادہ بعید از قیاس نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ہرقل کے بارہ سال کے طرزِ حکومت نے گویا خود اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ رومی شاہنشاہی کا شیرازہ جلد بکھر جائے گا۔"

(تاریخ زوالِ روما جلد سوم صت ۳۰۲)

مغلوبیتِ کفّار

نبوت کا بالکل ابتدائی دور ہے اور مسلمان نہایت کمزور ہیں۔ کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ قلیل اور مظلوم جماعت کبھی کفار پر غالب آ سکے گی۔ ایسے حالات میں قرآنِ کریم نے کفارِ مکہ کی ہزیمت و شکست کی خبر دی۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (قمر ع ۳)

ترجمہ: کیا یہ لوگ (کفار مکّہ) کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں جو غالب رہے گی۔ سو عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی۔ اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

نیز دوسری جگہ قرآن عزیز نے یہ اعلان کیا کہ کفار سب کے سب مغلوب ہونگے۔ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ ٥ (پ۳ ع ۱۰)

آپ کافروں سے کہہ دیں کہ تم عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے۔

مغلوبیت کفار کی یہ پیش گوئی سب سے پہلے غزوۂ بدر کے موقع پر پوری ہوئی جب تین سو تیرہ مسلمانوں نے ایک ہزار کفار کو شکست دی۔ اور پھر چند ہی سالوں کے بعد تمام دنیائے عرب

اسلام کے زیر نگیں آ گئی۔ اور پھر خلفائے راشدین کے زمانہ میں وقت کی تمام بڑی بڑی سلطنتوں کو مسلمانوں نے شکست دے دی۔

حفاظتِ رسولؐ

جب خاتم المرسلینؐ نے دعوائے نبوّت فرمایا تو مکّہ کے تمام مشرکین آپ کی جان کے دشمن بن گئے اور انہوں نے آپؐ کو قتل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ قرآن پاک نے ایسے خطرناک ماحول میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ پیش گوئی کی کہ دشمن آپ کو قتل نہ کر سکیں گے۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (پ۶ ع ۱۴)

ترجمہ: اور اللہ آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ دشمن اپنے ارادوں میں بالکل ناکام رہے اور یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور آپ کو قتل کرنے میں اور آپ کی دعوت کو دنیا میں پھیلنے سے روکنے میں انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

مہاجرین کے متعلق

مسلمانوں نے مشرکینِ مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ہجرت کی عین اس موقع پر جبکہ ہجرت کا یہ سلسلہ جاری تھا اور ہر جگہ مسلمانوں کے دشمن ہی دشمن موجود تھے اور ان مظلوموں کو اچھا ٹھکانا ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ قرآن پاک نے یہ پیش گوئی کی کہ ان مظلوم مہاجرین کو اچھا ٹھکانا ملے گا۔

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ۔ (پ ۱۴ ع ۱۲)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ کے لیے ہجرت کی بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ ہم ضرور بضرور ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے

چنانچہ یہی مظلوم مہاجرین چند ہی سال بعد عرب ہی نہیں بلکہ عجم کے بھی فرمانروا اور حاکم بنے۔

منافقین کی ذلّت

مسلمان جب مدینہ شریف میں آباد ہوئے تو مدینہ شریف کے کچھ یہودی بھی مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرنے لگے۔ لیکن دل میں اپنے کفر پر مضبوط رہے ان کو منافقین کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو ان منافقین کے متعلق اطلاع دی اور قرآن کریم نے یہ پیشگوئی کی کہ آخرت میں تو ان کو عذاب ہوگا ہی دنیا میں بھی وہ ذلیل اور رسوا ہوں گے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ

اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۝ (پ ۱۱ ع ۲)

ترجمہ: اور بعض وہ بدوی لوگ جو تمہارے (شہر مدینہ کے) آس پاس رہتے ہیں منافق ہیں۔ اور کچھ لوگ مدینہ کے رہنے والوں میں سے نفاق پر سخت ہیں۔ تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ ہم ان کو دو مرتبہ عذاب کریں گے۔ پھر اس کے بعد وہ ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اس آیت میں منافقوں کو آخرت کے عذاب سے پہلے دو عذاب دینے کا ذکر فرمایا ہے۔ یقیناً یہ دو عذاب دنیا کے عذاب ہیں۔ دنیا میں منافقین کے ذلیل ہونے کی پیش گوئی ایک دوسری آیت میں اس طرح بیان فرمائی:۔

فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ (پ ۱۰ ع ۱۶)

ترجمہ: پس اگر یہ منافق توبہ کرلیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر یہ منہ پھیریں (توبہ نہ کریں) تو اللہ ان کو دردناک عذاب دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور روئے زمین پر ان کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ مددگار۔

اس آیت میں بھی آخرت کے عذاب کے ساتھ ہی دنیا میں منافقین کی ذلت و خواری کی پیش گوئی ہے۔ ایک اور آیت میں اس ذلت و رسوائی کو زیادہ تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا ۚ مَّلْعُوْنِیْنَ ۚ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۝ (پ ۲۲ ع ۵)

ترجمہ: اگر باز نہ آئے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو وحشت انگیز خبریں مدینہ میں اڑایا کرتے ہیں۔ تو اے نبیؐ! ضرور ہم آپ کو ان پر برانگیختہ کریں گے۔ پھر وہ آپ کے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دنوں۔ ان پر لعنت ہوگی اور جہاں کہیں ہوں گے پکڑے جائیں گے۔

اس آیت میں جہاں منافقین کی رسوائی کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔ وہیں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو مسلمان آخر وقت تک آپ کے ساتھ رہے بلکہ آپ کے بعد وہ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے وہ منافق نہ تھے۔ یہ پیش گوئی بھی ہو بہو پوری ہوئی۔

فتح خیبر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں یہ خواب دیکھا کہ آپ صحابہ سمیت بیت اللہ کا طواف کر

رہے ہیں۔ آپ تقریباً تیرہ سو صحابہ کے ساتھ ذی قعدہ کے مہینہ میں عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ کے سفر پر روانہ ہوتے۔ لیکن کفار نے عمرہ نہ کرنے دیا۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا تاکہ کفار کو بتلائیں کہ مسلمان لڑنے کی نیت سے نہیں آئے صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے ہیں۔ آپؐ نے ایک درخت کے نیچے تمام مسلمانوں سے موت کی بیعت لی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی تھی۔ حضرت عثمانؓ صحیح و سالم واپس آئے۔ بالآخر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ اس معاہدہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے حق میں نہ تھیں۔ اس لیے صحابہ کرامؓ کے دل میں اس مغلوبانہ صلح کی وجہ سے صدمہ تھا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح نازل فرمائی جس میں فتح خیبر کی پیش گوئی ہے اور یہ پیش گوئی ہے کہ اب مسلمانوں کے مقابلہ میں جو بھی آئے گا شکست کھائے گا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (پ ۲۶۔ سورۃ فتح)

البتہ تحقیق راضی ہو گیا اللہ ان ایمان والوں سے جب کہ وہ (اے نبیؐ!) تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ پس جان لیا اللہ نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ پھر اللہ نے ان پر سکینہ اتارا۔ اور بدلہ میں دی ان کو فتح قریب۔ اور بہت سی غنیمتیں جن کو وہ لوگ لیں گے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ جن کو تم لوگے۔ پس اس نے جلدی دی تم کو یہ غنیمت اور روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے اور تاکہ ہو یہ نشانی ایمان والوں کے لیے۔ اور اللہ تم کو صراط مستقیم کی ہدایت کرے۔ اور کچھ اور غنیمتوں کا (بھی اللہ نے وعدہ کیا ہے) جن پر تم نے قابو نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو گھیر لیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر کافر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ پھر نہ

پائیں گے کوئی یار نہ مددگار۔

ان آیات کے نازل ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد خیبر فتح ہوا اور مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ملا اور اس طرح قرآن کریم کی یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی۔

فتحِ مکّہ

مسلمان جس طرح بے سرو سامانی کے عالم میں مکّہ سے نکلے تھے۔ اس کے پیشِ نظر بظاہر حالات یہ ناممکن خیال کیا جاتا تھا کہ مسلمان دوبارہ مکہ شریف لوٹ سکیں گے لیکن قادرِ کریم نے چند ہی سال میں ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ مسلمانوں نے مکّہ کو فتح کر لیا اور فتح مکّہ کے واقعہ سے کئی سال پہلے قرآن کریم میں اس فتح کی پیش گوئی کر دی گئی۔

وَ اُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ پ۲۸ ع۱۰

ترجمہ: اور ایک اور نعمت تمہیں ملنی ہے جسے تم بہت چاہتے ہو۔ اللہ کی مدد اور قریبی فتحیابی۔ اور آپ ایمان والوں کو اس کی بشارت دے دیں۔

نیز دوسری جگہ فتح مکّہ کے اور لوگوں کے جوق در جوق اسلام لانے کی پیش گوئی اس طرح فرمائی گئی۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ پ۳۰

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھیں۔

مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کو حرمِ کعبہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ قرآن کریم نے فتح مکہ سے بہت پہلے یہ پیش گوئی کی کہ ایک وقت آنے والا ہے جب کہ ان ہی مشرکین کے لیے حرمِ کعبہ میں داخلہ کی ممانعت کر دی جائے گی۔ اور وہ ڈر ڈر کر خانہ کعبہ میں داخل ہوں گے اور دنیا میں ذلیل اور رسوا ہوں گے اور آخرت میں سخت عذاب کے مستحق۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ۝ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

ترجمہ: ان سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کیے جانے سے روکتے ہیں اور ان کی ویرانی کی کوشش کرتے ہیں۔ نہیں ہے ان کے لیے کہ وہ اس میں داخل ہوں مگر ڈرتے ڈرتے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کو بڑا عذاب ہونا ہے۔

اس آیت میں واضح طور پر یہ پیش گوئی ہے کہ مسجد حرام ان مشرکین

کے قبضہ اور اقتدار میں نہ رہ سکے گی۔ بلکہ مسلمانوں کے قبضہ و اقتدار میں آ جائے گی اور مشرکین ذلیل اور رسوا ہوں گے - یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی۔ اور مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا ، اور مسجدِ حرام ان کے قبضہ میں آ گئی۔

غلبۂ اسلام

قرآنِ پاک نے یہ پیش گوئی کی کہ اسلام تمام دینوں پر غالب آکر رہیگا۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ○ (پ۱۰- ع۱۱)

ترجمہ: وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا دیں - اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا اگرچہ مشرکوں کو ناگوار گزرے - وہ اللہ جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے - تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے - اگرچہ مشرکین ناپسند کریں۔

غلبۂ اسلام کی اس پیشگوئی کا ایک حصہ سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موجودگی میں پورا ہوا - جب کہ پورا عرب آپؐ کا مطیع اور فرمانبردار بن گیا۔

اور اس پیش گوئی کی تکمیل خلفائے راشدین کے دورِ حکومت میں ہوئی - اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر ، حضرت عمر فاروق ، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت برحق ہے کیونکہ ان کے عہد میں قرآن کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔

میراثِ ارض

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں جو فتوحات ہوئیں اور روئے زمین کے جو مختلف حصے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے ان کے متعلق قرآن حکیم نے اس طرح پیش گوئی فرمائی:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ○ (پ۱۷- ع۷)

ترجمہ: اور البتہ تحقیق ہم زبور میں لکھ چکے ہیں نصیحت کے بعد کہ زمین کے وارث ہوں گے میرے نیک بندے۔

اس آیت میں قرآن مجید نے زبور کی ایک پیش گوئی نقل کی ہے کہ الارض کے وارث اللہ کے نیک بندے ہوں گے۔ الارض سے مراد شام ، روم اور ایران ہیں - اور یہ تمام ممالک خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں نے فتح کیے - اس طرح یہ پیش گوئی خلفائے راشدین کے دور میں پوری ہوئی اور ان کی صداقت

نوعِ انساں را پیغامِ آخریں!

کتاب اللہ

تحریر: چوہدری صادق علی، سابق ناظم خوراک ضلع لائلپور

قرآنی تعلیم کا خلاصہ ان تین نکات میں موجود ہے۔

(۱) ایمان بالغیب (۲) عبادات (۳) خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو خدا کی رضا کے لئے محتاجوں پر خرچ کرنا۔

قرآن پاک کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور مرتبۂ ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ اس پر عمل کرنے سے انسان خدا تعالیٰ کی عبادت کو لازمی طور پر اپنا معمول بناتا ہے اور مخلوق خدا کی خدمت کرنے لگ جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ انسان فطرتاً کچھ حاصل کرنا بھی چاہتا ہے اور دینا بھی چاہتا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ لینا بھی چاہتا ہے اور دینا بھی۔ لینے کی خواہش کا رخ خدا تعالیٰ کی طرف کر لو اور خدا سے مانگو اور خدا ہی سے مانگو۔

خدا سے مانگنا عبادت ہے بلکہ روح عبادت ہے جس سے خدا خوش ہوتا ہے دینے کی خواہش کو مخلوق کی طرف موڑ دو۔ مخلوق کو دینا اخلاق ہے۔

ایمان عبادات اور اخلاق درست ہو جائیں تو انسان متقی بن جاتا ہے اور قرآن پر عمل سے ان تینوں میں ترقی ہو گی۔ دوسرے لفظوں میں انسانیت کا عروج خدا کے اس آخری پیغام یعنی قرآن پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

چونکہ قیام قیامت تک تمام زمانوں کے لئے تمام انسانوں کی ہدایت کا ضابطہ مکمل کر دیا گیا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس ضابطہ حیات کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے لی۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

تحقیق ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

چونکہ اس دنیا کا تمام نظام اسباب سے وابستہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس مقدس کتاب کی حفاظت کے لئے بھی انسانوں ہی میں سے چار گروہ پیدا فرمائے ہیں جن کے ذریعہ سے اس صحیفہ آسمانی کی حفاظت کی جا رہی ہے۔

پہلا گروہ کاتبین قرآن کا ہے۔ جو قرآن پاک کی صحیح کتابت پر مامور ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اسے "ذالک الکتاب" کا خطاب دیا گیا ہے۔ کتاب کے معنی لکھی جانے والی چیز کے ہیں اور قرآن کے معنی پڑھی جانے والی چیز یعنی اس کی لکھائی بھی ضروری ہے اور قرأت بھی

الٓرٰ تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

یہ کتاب المبین کی آیات ہیں۔ تحقیق ہم نے نازل کیا قرآن عربی تاکہ تم سمجھو اس صحیفہ آسمانی کو۔ قرآن دونوں لفظوں سے پکارا گیا ہے۔ لکھائی اور قرأت کے الگ الگ شعبے ہیں اور اس لئے کاتبین قرآن اور قاری حضرات ان دونوں شعبوں کی خدمت کر رہے ہیں اور اسباب کے درجہ میں محافظین قرآن ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کی کتابت اور اس کی قرأت و حفظ کا کام صحابہ کرامؓ نے کیا اور اسی طرح تابعین تبع تابعین اور بعد میں آنے والے حضرات نے کتابت حفظ اور قرأت کو نسلاً بعد نسلاً دوسروں تک پہنچایا۔

محافظین قرآن میں تیسرا گروہ علماء حضرات کا ہے جنہوں نے اس مقدس کتاب کا صحیح مفہوم اور تفسیر نسلاً بعد نسلاً ہم تک پہنچائی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں صحابہ کرام کو قرآن پاک کے الفاظ کی تعلیم دیتے تھے وہاں اس مقدس کتاب کا صحیح مفہوم معانی اور تفسیر بھی صحابہؓ کرام کو بتاتے تھے۔ حق تعالیٰ بذریعہ وحی حضور اکرم کو قرآن کے معانی و مطالب سے مطلع فرماتے تھے اور حضور ان معانی کو صحابہ تک پہنچاتے تھے۔

چند سال ہوئے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دیو بندی پاکستان میں تشریف لائے تھے اور احقر کی رہائش گاہ واقع لائلپور میں ایک خصوصی اجتماع کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس میں مقامی علماء کے علاوہ معززین شہر بھی موجود تھے۔ اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت قاری صاحب نے فرمایا تھا کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کے الفاظ کے امین تھے اسی طرح حضور قرآن پاک کے معانی کے بھی امین تھے۔ یعنی جس طرح الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے آپ نے اس امانت کو امت تک پہنچایا اسی طرح قرآنِ پاک کے مطالب و تفسیر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی رسول پاک کو عطا کئے گئے اور ان مطالب کی امانت کو بھی حضور نے حق تعالیٰ کیطرف سے امت تک پہنچایا۔ قاری صاحب نے اس مضمون کو بہت اچھی طرح بیان فرمایا تھا اور مندرجہ

ذیل آیات سے استدلال کیا تھا۔
لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ جب قرآن کی آیات آپ
لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا پر بذریعہ وحی نازل کی جا
جَمْعَهٗ وَقُرْآنَهٗ ہ رہی ہوں تو انہیں یاد کرنے
فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ کے لئے آپ اپنی زبان مبارک
قُرْآنَهٗ ہ ثُمَّ اِنَّ کو جلدی جلدی نہ ہلائیں۔ قرآنِ
عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ہ پاک کو آپکے سینہ میں جمع کرنا
اور اس کی قرأت صحیح طور پر
ادا کرانا ہمارے ذمہ ہے لہٰذا
جب بذریعہ آپ کے سامنے قرآن
کی قرأت کی جارہی ہو تو آپ
قرأت کا اتباع کریں پھر اس
قرآنِ پاک کے مطالب بیان کرنا
بھی ہمارے ذمہ ہے۔

یعنی نہ صرف لفظوں کی حفاظت ہم نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ بلکہ اس کا بیان یعنی قرآن پاک کے معانی و مطالب کی تشریح و تفسیر بھی ہمارے ذمہ ہے۔ ان آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم نے حدیث کی شکل میں جو ارشادات فرمائے ہیں وہ قرآن کی تفسیر ہی ہے اور یہ تفسیر بھی حق تعالیٰ کی جانب سے وحی کی گئی تھی۔

سبحان اللہ رب العالمین نے اپنے معجزانہ کلام میں معانی و مطالب کی تشریح و تفسیر کے لئے ایک جامع لفظ بیان استعمال کیا گیا ہے ثم ان علینا بیانہ کے چار الفاظ میں معانی کے بحرِ بیکراں کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ جو شخص ان چار الفاظ کو اپنے عقیدہ میں شامل کر لیتا ہے وہ تفسیر بالرائے کے جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتا اور جو اس جرم سے بچ گیا وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیگا۔ صراط مستقیم پر چلنا اس کے لئے آسان ہوگا۔ اسلام کے اندر فرقہ ہائے باطلہ کا وجود تفسیر بالرائے کی وجہ سے ہی پیدا ہوا خواہ یہ فرقہ ہائے باطلہ معتزلہ کی طرح زمانہ قدیم سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ مرزائیہ چکڑالویہ وغیرہ کی طرح زمانہ حال کی پیداوار ہوں۔ سب ایک ہی مرض میں مبتلا ہیں اور وہ مرض تفسیر بالرائے ہے اور یہ مرض ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ہ کے صحیح عقیدہ کی نفی سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی دوسری بہت سی آیات بھی اسی صحیح عقیدہ کیطرف راہنمائی کرتی ہیں۔ مثلاً

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ اپنی ذاتی خواہش سے کلام نہیں
يُّوْحٰى ہ فرماتے۔ بلکہ ان کا کلام حق تعالیٰ
کی طرف سے وحی ہی ہوتا ہے۔

یعنی دینی امور کے متعلق جو بھی رسالت مآب کی زبان مبارک سے نکلتا ہے وہ وحی الٰہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں صحیح احادیث کا تمام ذخیرہ بھی قرآن کی طرح وحی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ بھی بعینہٖ من جانب اللہ ہے اسی لئے علماء نے قرآن کو وحیِ متلو (جس کی تلاوت کی جاتی ہے) کا نام دیا ہے اور احادیث صحیحہ کو "وحی غیر متلو" کہا ہے۔ یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں

کی جاتی۔ علماء اہل سنت والجماعت نے قرآن پاک کی تفسیر کے جو اصول بیان فرمائے ہیں ان میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ سب سے پہلے قرآنِ پاک کی تفسیر قرآن پاک سے تلاش کی جائے یعنی ایک آیت کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے اس موضوع کے متعلق قرآن کی دوسری آیات پر غور کیا جائے دوسرے نمبر پر قرآن پاک کی آیات کی تفسیر صحیح احادیث کی روشنی میں کی جائے حدیث کے متعلق ہم یہ تو تحقیق فرما کریں گے

تفسیر باقوال الصحابہ رضؓ:۔

تفسیر قرآن کے ضمن میں صحابہ کرام کے اقوال کو بعد از حدیث مقدم رکھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ انہوں نے براہِ راست قرآن کو حامل قرآن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔ نزول قرآن کے وقت وہ موجود تھے اور قرائن احوال اور شان نزول کو ہم سے زیادہ سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام کی شان بیان کرتے ہوئے امام ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

ولما لھم من الفہم التام والعلم الصحیح والعمل الصالح — صحابہ کرام کا فہم تام تھا علم صحیح تھا اور عمل صالح تھا۔
لاسیما علماءھم وکبراءھم کالائمۃ الاربعۃ الخلفاء الراشدین والائمۃ المھتدین المھدیین وعبداللہ ابن مسعود — خاص طور پر ان میں سے جو اعلیٰ طبقہ کے علماء اور کبرا تھے مثلاً ہر چہار خلفاء الراشدین المہدیین (ہدایت یافتہ اور ہادی تھے) اور عبداللہ ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابہ کرام

مفسر قرآن امام ابو جعفر ابن جسریر نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ایک قول نقل فرمایا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

والذی لا الہ غیرہ مانزلت آیۃ من آیات کتاب اللہ الا وانا اعلم فیمن نزلت واین نزلت — اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اللہ کی کتاب میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کب نازل ہوئی تھی۔

یعنی قرآن پاک تمام آیات کا شان نزول کا علم حضرت عبداللہ ابن مسعود کو تھا۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کا یہ قول بھی کتب میں موجود ہے کہ صحابہ کرام میں سے جو شخص دس آیات سیکھ لیتا تھا تو وہ گیارویں آیت اس وقت نہ سیکھتا تھا جب تک پہلی دس آیات کے معانی نہ معلوم کر لے اور ان پر عمل نہ کرے اور انہیں جلیل القدر صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ جو علم کے سمندر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے انہیں قرآن پاک کے معانی اور تفسیر کا علم تام حاصل تھا۔ حضور نے ان کے حق میں دعا کی تھی کہ اے اللہ ان کو دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما۔

اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل

امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے۔
نعم ترجمان القرآن ابن عباس یعنی قرآن کریم کے بہترین مفسر حضرت عبداللہ ابن عباس ہیں

تفسیر باقوال تابعین رحؐ :-

تفسیر قرآن کے ضمن میں چوتھے درجہ پر تابعین رحمہم اللہ کے اقوال پر غور کیا جائے گا۔ کیونکہ اگر قرآن کی تفسیر قرآن پاک حدیث پاک اور صحابہ کرام رضؓ کے اقوال سے نہ مل سکے تو بہت سے آئمہ کرام نے اقوال تابعین کی طرف رجوع کیا ہے۔ تابعین میں سے تفسیر قرآن کے بہت بڑے عالم حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت محمد ابن اسحاق نے ابان بن صالح سے اور انہوں نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ قرآن پاک کو میں نے تین مرتبہ شروع سے اخیر تک حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پڑھا تھا اور ہر آیت کے معانی و مطالب ان سے دریافت کئے تھے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابی ملیکہ سے روائیت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا کہ وہ حضرت عبداللہ ابن عباس سے قرآن کی تفسیر سیکھ رہے تھے اور تختیاں انکے پاس تھیں جن پر لکھ لیتے تھے۔ اور لکھنے کا حکم انہیں حضرت عبداللہ ابن عباس دیتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے تمام قرآن پاک کی تفسیر پڑھی تھی۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہیں کسی آیت کی تفسیر حضرت مجاہد سے مل جائے تو یہ کافی ہے حضرت مجاہد کی طرح بہت سے دوسرے تابعین بھی تفسیر قرآن کے ماہر تھے۔ مثلاً حضرت سعید ابن جبیر۔ عکرمہ جو حضرت عبداللہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام تھے اور ان کے شاگرد تھے۔ نیز حضرت عطا ابن ابی ایاح حضرت حسن بصری مسروق سعید ابن مسیب ابو عالیہ ربیع بن انس قتادہ ضحاک ابن مزاحم وغیرہم اعلیٰ درجہ کے مفسرین قرآن تھے۔ ہاں اگر تابعین حضرات کے اقوال ایک دوسرے سے متضاد ہوں تو ایسے اقوال نہ دوسرے تابعین کے لئے حجت تھے اور نہ ہمارے لئے البتہ جن اقوال پر تابعین حضرات کا اتفاق ہو وہ ہم سب کے لئے حجت ہیں۔ حضور نے فرمایا تھا۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

بہترین زمانہ میرا اور صحابہ کرام کا زمانہ ہے اس کے بعد ساتھ کا زمانہ یعنی تابعین کا زمانہ اور پھر اس کے بعد کا ساتھ کا زمانہ یعنی تبع تابعین کا زمانہ اس حدیث کی روشنی میں جس تفسیر پر تابعین اور تبع تابعین کا اتفاق ہو جائے وہ ہمارے لئے حجت ہے۔

(۵) تابعین اور تبع تابعین کے متفق علیہ اقوال کے بعد ہم قرآن کو سمجھنے کے لئے لغت قرآن اور عرب کی عام لغت کیطرف نظر دوڑائیں گے اور لغت کے متعلق صحابہؓ کرام کے اقوال کو بھی مد نظر رکھیں گے۔

جو شخص مندرجہ بالا پانچ اصول سے بے نیاز ہوکر صرف اپنی رائے سے قرآن

پاک کی تفسیر کرتا ہے وہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے امام ابن کثیر کے قول کے مطابق قرآن پاک کی تفسیر صرف اپنی رائے سے کرنا حرام ہے۔

فاما تفسیر القرآن بمجرد الرائے فحرام

امام محمد ابن جریر رحمت اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے بیان کرے یا ایسی ایسی بات کہے جس کا صحیح علم اسے نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بناتا ہے۔

من قال فی القرآن برائه او بما لم یعلم فلیتبوأ مقعده من النار

اسی مضمون کی حدیث امام ترمذی اور نسائی نے حضرت سفیان ثوری کے ذریعہ سے اور امام ابو داؤد نے مسدد عن ابی عوانہ عن عن عبد الاعلیٰ سے مرفوعاً اہلسنت والجماعت نے ان باطل عقائد کی تردید بڑے زور شور سے کی۔ معتزلہ کی عمارت جو فلسفہ یونان کے باطل نظریات پر تعمیر کی گئی تھی۔ امام فخر الدین رازی اور امام غزالی جیسے جلیل القدر اصحاب اہل سنت کی ضرب کاری سے زمین بوس ہو گئی۔ ان بزرگوں نے فلسفہ یونان کو فلسفہ اسلام کی تیغ سے چکنا چور کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ معتزلہ فرقہ باطلہ کلی طور دنیا سے معدوم ہو گیا۔ اور نہ ہی ان کا لٹریچر زندہ رہ سکا ہاں ان کے غلط نظریات ہمیں اہل سنت کی کتابوں سے ملتے ہیں جن میں ان باطل نظریات کا رد کیا گیا تھا۔

ہمارے اس برصغیر ہندو پاکستان میں سب سے پہلے تفسیر بالرائے سرسید احمد صاحب نے کی اور بعد میں مرزا غلام احمد قادیانی نے غلط تفسیر کر کے اپنی نبوت کاذبہ کا ڈھونگ رچایا۔ اس کے بعد فرقہ چکڑالویہ اور پرویزیہ پیدا ہوا۔ ان سب باطل فرقوں نے چند باطل نظریات فرقہ معتزلہ سے لئے ہیں۔ اور تفسیر قرآن میں صحیح اصولوں کو مدنظر رکھنے کی بجائے اپنی رائے کو اور غلط نظریات کو تفسیر کی شکل میں قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ الحمدللہ علماء حق کی ایک جماعت ہر زمانہ میں موجود رہی ہے اور قیامت تک موجود رہے گی۔ جو قرآن کے صحیح مطالب و معانی تشریح و تفسیر سے عوام کو روشناس کرتے ہیں۔

اپنی اس مختصر زندگی میں اس احقر الناس نے جن علماء حق سے کسی نہ کسی شکل میں استفادہ کیا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل علماء قرآن کی تفسیر میں یگانہ روزگار تھے

(۱) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رح

(۲) حضرت مولانا کریم بخش صاحب ایم اے (مرحوم) سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

(۳) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھوی سابق مہتمم مدرسہ سراج العلوم

(۴) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ملتانی مہتمم مدرسہ قاسم العلوم

(۵) حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب سرگودھوی شیخ الحدیث مدرسہ سراج العلوم

(۶) حضرت مولانا محمد علی صاحب کاندھلوی ثم سیالکوٹی

(۷) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی امیر جماعت تبلیغی

(۸) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم دعا جوئے دہلوی

(۹) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی

(۱۰) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب روپڑی

حضرت لاہوری کے درس کی خصوصیات

درس قرآن کے سلسلہ میں یہ احقر الناس تین چار علماء سے بہت متاثر ہوا۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے درس کی خاص کیفیت یہ تھی کہ اس درس میں روحانیت کا بہت غلبہ ہوتا تھا اور جو بھی چند دن کے لئے ان کے درس میں شامل ہوتا اس کی زندگی بدل جاتی تھی اور وہ اسلام کے احکامات پر کسی حد تک عامل بن جاتا تھا۔

مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم سرگودھوی کے درس میں علمی رنگ غالب تھا۔ لہٰذا وہ ایسے نکات بیان فرماتے تھے۔ جو رازی اور غزالی کی تصانیف میں بھی نہیں مل سکتے خاص کر جب ان کے درس میں ایک دو اہل علم موجود ہوں تو ان کی طبیعت بہت کھلتی تھی علمی نکات بیان کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے تھے۔ ایک مرتبہ درس دیتے ہوئے بہت سی علمی چیزیں بیان کر گئے اور فرمایا یہ نکات تشفیعیہ ہیں۔ راقم الحروف کو اگر کہیں دور بیٹھا دیکھ لیتے تو درس کے اندر ہی فرماتے میرے قریب آ کر بیٹھو تمہارے جیسے سمجھدار آدمی کو قریب دیکھ کر علوم تفسیر کی شرح الصدر ہوتی ہے۔

تیسرا درس جو نہایت اعلیٰ درجہ کا اس عاصی نے دیکھا وہ حضرت مولانا محمد شفیع ملتانی کا تھا۔ اس درس کی خصوصیت یہ تھی۔ کہ علم اور روحانیت کے حسین امتزاج کا حامل تھا۔ بیک وقت علمی نکات بھی بیان ہوتے اور تصوف اور تقوٰے کا رنگ بھی سامعین پر آتا تھا۔ حضرت لاہوری اور مولانا محمد شفیع سرگودھوی تو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ حضرت مولانا محمد شفیع ملتانی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حیات ہیں مگر اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ اب درس نہیں دے رہے ہیں۔ مولانا احمد سعید صاحب پسر مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی کا درس بھی اب غنیمت ہے۔ اپنے والد ماجد کی طرح ان کا درس بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں لمبی زندگی عطا فرماویں۔ لاہور میں حضرت مولانا غلام مرشد صاحب کا درس اور حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کا درس بھی اس وقت بہت غنیمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں علماء کرام سے علمی و عملی استفادہ اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے جس سے نجات اخروی ہو جائے۔ آمین ثم آمین!

حفاظتِ قرآن کا چوتھا گروہ :- چوتھا گروہ جو قرآن پاک کی حفاظت کر رہا ہے وہ مبلغین قرآن کی جماعت

ہے۔ یہ حضرات قرآن پاک نے جو عملی پروگرام انسانوں کو عطا کیا ہے وہ لوگوں کو بذریعہ عمل سمجھاتے ہیں یعنی خود قرآنی تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ دوسروں کو اس کی دعوت دیتے ہیں۔ پہلے تین گروہ تو قرآنی علوم بیان کرتے ہیں اور یہ چوتھا گروہ مبلغ قرآن کی حیثیت سے قرآن پاک کے مطابق زندگی کا عملی نقشہ انسانوں کو دکھاتے ہیں۔

اور یہ عملی نقشہ دراصل حقیقت قرآن ہے۔ جس طرح ایک انجینئر پہلے کسی کوٹھی کا نقشہ کاغذ پر بناتا ہے پھر تمام سامان حاصل کرکے تعمیر کرتا ہے تو حقیقی کوٹھی وجود میں آتی ہے۔ کاغذ کے نقشہ پر اگرچہ غسلخانہ موجود ہے۔ مگر اس سے مقصد غسلخانہ یعنی نہانے کا کام نہیں لیا جا سکتا۔ حقیقتاً غسل خانہ وہ ہے جو نقشہ کے مطابق اینٹ چونہ وغیرہ سے تیار کیا گیا ہے۔ مبلغ حضرات علماء کے بنائے ہوئے نقشہ کے مطابق اپنی زندگی بناتے ہیں اور پھر اسی ضابطہ حیات پر عمل کرنے کی دوسروں کو دعوت دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی نے ارشاد فرمایا تھا کہ کتاب میں تو نقوش قرآن ہیں۔ اور حقیقت قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ نبوت کی زندگی ہے۔ یہی مبارک حیات طیبہ (سیرت) قیامت تک کے لئے تمام انسانوں کے لئے ایک نمونہ ہے اور تمام انسانوں کی نجات کا دارومدار اسی نمونہ زندگی کے اپنانے میں ہے۔ سبحان اللہ کیا خوب تشریح فرمائی کہ نبی پاک کی زندگی کو نمونہ اور معیار بنا کر قدم اٹھاؤ تو صحیح معنوں میں قرآن پاک کے عامل بنو گے اور نجات اخروی حاصل کر دگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔

اِن کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

قرآن کریم ـــ ظاہری و باطنی نورانیت

مولانا عبدالکریم کلاچوی مہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی

حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد ۔ وحی الٰہی نے قرآن کریم کو نور قرار دیا ہے ۔ ارشاد ربانی ہے وانزلنا الیکم نوراً مبینا ۔ اور اے امت محمدیہ ہم نے آپ کی طرف ایک واضح نور (قرآن مجید) نازل کیا ۔ سو جاننا چاہیئے کہ کتاب مبین کی یہ نورانیت کئی طرح کی ہو سکتی ہے

ایمانی اور معنوی نورانیت

کتاب مجید پر ایمان لے آنے کی وجہ سے دل کفر و شرک کی ظلمتوں سے چھٹکارا پا کر نور توحید سے منور ہو جاتا ہے ۔ اور غیر اللہ کا ضعف کمزوری مسکنت اور احتیاج اس پر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے ۔ ظلم و طغیان کی تاریکیوں سے مومن نجات پا کر اسی کتاب مبین کی برکت سے رحم و کرم اور عدل و انصاف کی قندیلیں اپنے دل میں روشن پاتا ہے ۔

کتاب اللہ کے نور مبیں سے روشنی پا کر
شتر بانوں پہ روشن ہو گئے اسرار سلطانی

زادتہم ایماناً کی تفسیر میں اسی نور ایمان کا ذکر کیا گیا ہے ۔

اخروی اور انعامی نورانیت

! اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ قرآن مجید پر ایمان لے آنے اس پر عمل کرنے اور اس کی تلاوت کرنے سے قیامت میں بلکہ برزخ میں بھی ایمان لے آنے والے پڑھنے والے اور عمل کرنے والے کو ایک نور حاصل ہو گا ۔ جس کی وجہ سے قیامت " محشر " کی تاریکیوں سے چھٹکارا پا کر جنت کا راستہ آسان ہو جاوے گا ۔

مشکوٰۃ شریف کی یہ روایت علماء اور طلبا میں نہایت ہی مشہور ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کے باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جاوے گا ۔ جس کی روشنی سورج سے بھی زیادہ ہو گی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب خود اندازہ لگا لو کہ پڑھنے والے کو کیا ملنے والا ہو گا ۔

او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص (مسلمان) جمعہ کے دن سورہ کہف کو پڑھے گا اس کو ایک طویل نور حاصل ہو گا ۔

اقرأوا الزھراوین ۔ دو چمکنے والی سورتوں کو پڑھو پھر فرمایا اس سے مراد بقرہ اور آل عمران ہیں ۔

صوری اور ظاہری نورانیت

! ان دونوں

قسموں کے علاوہ قرآن پاک میں ایک تیسری قسم کی نورانیت بھی ہے۔ جس کو ہم صوری اور ظاہری نورانیت کہہ سکتے ہیں اور وہ یہ کہ پڑھنے والا جب اس کو پڑھنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ تو اس سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے ارباب کشف یا بہ اصطلاح صاحب ابریز رح ارباب فتوح دیکھ پاتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کی اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ معنوی اور اخروی نورانیت کے علاوہ ایک اور قسم کا نور بھی قرآن کریم کو حاصل ہے۔ لسان نبوت نے سکینہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

حضرت اسید بن حضیر صحابیؓ کا بیان ہے کہ میں رات کو قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا میرا بچہ بھی ساتھ ہی سو رہا تھا اور گھوڑا بھی قریب ہی بندھا ہوا تھا تھوڑی دیر بعد دیکھتا کیا ہوں کہ گھوڑا کود رہا ہے۔ میں نے اس طرف توجہ کی اور تلاوت سے رک گیا تو گھوڑا بھی آرام کر گیا۔ میں نے پھر تلاوت شروع کی۔ دیکھتا ہوں تو گھوڑا پھر کودنے لگا ہے۔ میں تلاوت سے رکا تو گھوڑا بھی رک گیا۔ تیسری بار تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر اسی طرح کودا میں نے اس خیال سے کہ کہیں بچہ کو تکلیف نہ ہو جاوے تلاوت چھوڑ دی۔ دیکھتا ہوں تو اوپر سے ایک سائبان سا نظر آیا۔ جس میں چراغ سا معلوم ہوتا ہے۔ صبح میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ یہ فرشتے تھے جو تیری آواز

کے لیے قریب آ گئے تھے۔ اور اگر تو تلاوت جاری رکھتا تو صبح کو عام لوگ بھی اسے دیکھ پاتے۔

دوسری روایت میں سورہ کہف کی تلاوت کا ذکر ہے۔ اور اس میں اس چیز کا نام سکینہ فرمایا گیا۔

قرآن پاک کی یہ نورانیت ثابت ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ اور ہر شخص بھی دیکھ سکے ہوا موجود ہے مگر اپنی لطافت کے باعث نظر نہیں آتی۔ اللہ جل ذکرہ کی سینکڑوں مخلوق جنات اور ملائکہ موجود ہیں مگر نظر نہیں آتے۔

عارف روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تن ز جان و جاں ز تن مستور نیست
لیک کس را دید جاں دستور نیست

یعنی دیکھو جسم و روح میں کمال قرب ہے۔ مگر باوجود اس کے روح کو دیکھنا خلاف عادت ہے۔ سو قریب (یا موجود) ہونے سے ادراک ہو جانا ضروری نہیں جب تک قوت مدرکہ میں اس کے ادراک کی قابلیت نہ ہو۔

در المعارف میں حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ ذکر کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جوانی میں رمضان المبارک میں میرا معمول یہ تھا۔ کہ روزانہ دس پارہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ اور دس ہزار بار نفی و اثبات کا شغل بھی جاری رہتا۔ فرماتے ہیں پھر کیا ہوتا گلی کوچہ میں انوار ہی انوار نظر آتے تھے۔

صاحب ابریز رحمۃ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں میں نے اپنے شیخ عبدالعزیز دباغ رح سے بہت

سی احادیث کے متعلق پوچھا انہوں نے بغیر اس کے کہ ان کو مہارت تامہ ہو احادیث میں جن احادیث کو محدثین رح نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف بتلایا اور جن کو انہوں نے صحیح فرمایا ہے۔ انہوں نے بھی ان کو صحیح قرار دیا میں نے ان سے پوچھا کہ ظاہری علم میں زیادہ دستگاہ نہ ہونے کے باوجود آپ نے کس بنا پر اتنے صحیح جوابات عنایت فرمائے تو آپ نے فرمایا۔

من تکلم بکلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم
خرج النور من کلامہ و من تکلم بغیر
کلامہ خرج الکلام بغیر نور۔

جو شخص بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات (حدیث) کو بیان کرے تو اس کی بات سے نور نکلتا ہے۔ اور جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات (حدیث) کے علاوہ کوئی بات کہے تو وہ بات بغیر نور کے نکلتی ہے۔

یہ تو متکلم کے لحاظ سے فرق ہوا سامع کے لحاظ سے فرق کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وکذا حال العارفین اذا سمعوا کلامہ
صلی اللہ علیہ وسلم تقوی انوارھم و
تزداد معارفھم و اذا سمعوا کلام غیرہ
یقوا علی حالتھم۔

اور اسی طرح ہے حال عارفین واللہ والوں کا کہ جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات (حدیث) سنتے ہیں۔ تو ان کے انوار میں تقویت (پختگی) اور ان کی معرفتوں میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور جب کہ کسی دوسرے کی بات سنتے ہیں تو وہ اپنی حالت میں ہی باقی رہتے ہیں۔

شاگرد رشید فرماتے ہیں میرے شیخ کو قرآن مجید حفظ نہیں تھا میں نے جب احادیث کے بارے میں ان کو خوب پرکھنے والا پایا یہاں تک کہ احادیث بخاری اور مسلم میں بھی بغیر حافظ الحدیث ہونے کے امتیاز کر لیتے تھے۔

تو اب میں نے ان کو قرآن پاک اور حدیث نبوی علی قائلہ الصلوٰۃ والسلام میں فرق ظاہر کرنے کے لیے چند سوالات پیش کئے۔

کہتے ہیں میں کوئی آیت پڑھ کر ان سے پوچھتا تھا کہ یہ حدیث ہے یا قرآن تو بتلا دیتے کہ یہ قرآن ہے۔ حدیث پڑھ کر پوچھتا کہ یہ قرآن ہے یا حدیث تو فرماتے حدیث ہے

کہتے ہیں میں نے ایک دفعہ اس آیت کو اس طرح پڑھا۔

حافظوا علی الصلوات والصلوۃ
الوسطیٰ صلوۃ العصر وقوموا للہ
قانتین۔

اور پوچھا کہ یہ آیت ہے یا حدیث تو فرمایا۔

فیہ قرآن وفیہ حدیث فقولہ
وصلوۃ العصر خرج من شفتی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ولیس بقرآن
والباقی قرآن۔

کہ اس میں قرآن بھی ہے۔ اور اس میں حدیث بھی ہے پس اس میں صلوۃ العصر کا لفظ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونٹوں سے نکلی

ہوئی بات ہے۔ (یعنی حدیث ہے) اور یہ قرآن نہیں اور باقی (آیت) قرآن ہے۔

شاگرد کا بیان ہے۔

وکان حاضراً معی جماعۃ من الفقہاء
حین سألتہ فتعجبنا واللہ جمیعاً منہ۔

کہ جس وقت یہ بات میں نے شیخ سے پوچھی اس وقت میرے ساتھ فقہاء کی ایک جماعت بھی حاضر تھی پس اللہ کی قسم ہم سب نے اس سے تعجب کیا۔

قرآن کریم کے الفاظ

یاد رہے کہ مولف ابریز رح کا مقصد یہ نہیں ہے کہ کسی گمان و قیاس یا کسی کے کشف و کرامت سے الفاظ قرآن کی قرآنیت یا حدیث پاک کی صحت و ضعف کا فیصلہ کر لینا ممکن ہے۔ والعیاذ باللہ قرآن کریم کے الفاظ تواتر سے ثابت ہیں۔ اور احادیث نبویہ علیٰ قائلہا الف الف صلوٰۃ و تحیۃ کی صحت و سقم کا فیصلہ محدثین امت رح کے اصول موضوعہ کے بغیر ناممکن ہے۔ تدوین حدیث کے عہد مبارک سے لے کر آج تک اسی پر جمہور اہل اسلام کا اجماع ہے۔ جس سے ادنیٰ انحراف بھی بڑی گمراہی اور ضلال مبین ہے۔

بلکہ صاحب تالیف رحمۃ اللہ بتلانا یہ چاہتے ہیں۔ کہ عام طور سے قرآن پاک کے تواتر سے ثابت شدہ الفاظ کو ہم لوگ جس طرح پڑھنے پڑھانے سیکھنے سکھانے اور یاد کرنے سے ہی جان سکتے ہیں۔ اور جس طرح کہ اصول حدیث کے مسلمہ قواعد اور ضوابط کے ماتحت اور محدثین کرام کی بے پناہ محنت اور انتہائی تحقیق و تدقیق کو پڑھ اور دیکھ کر ہی ہم لوگ کسی حدیث کی صحت یا ضعف کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ شیخ رح نے نور بصیرت سے ان کے الفاظ قرآنی ہونے اور حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا اندازہ لگا لیا۔

یعنی ان کے کشف و کرامت سے کسی لفظ کا قرآن یا حدیث ہونا اور کسی حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوا (اور نہ ہوسکتا ہے) بلکہ بغیر حافظ ہونے کے متواتر الفاظ قرآنیہ کو قرآن کہہ دینا اور حدیث کے صحیح و ضعیف ہونے میں محدثین کرام کے فیصلہ کے مطابق ان کا جواب دینا ان کے کشف کے صحیح ہونے کا ثبوت ہے۔ و شتان ما بینہما۔

شیخ کے کشف کو اصول دین کے مطابق پا کر طالب صادق کے شوق طلب میں اضافہ ہوا اور مزید سوالات کرنے لگے۔ اور کیوں نہ ہو۔

؎ بالب و ساز خود گر جفتمے
ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے

فرماتے ہیں جب نوبت ان کے قوۃ تمیز کی یہاں تک پہنچی تو اب میں نے حدیث قدسی پڑھ کر پوچھا یہ قرآن ہے۔ یا حدیث تو انہوں نے فرمایا۔

ما ھو قرآن و لا ھو بالحدیث الذی
کنت تسأل عنہ اولا ولا ہذا لنوع آخر
من الحدیث یقال لہ الحدیث الربانی

کہ نہ تو یہ قرآن (شریف) ہے اور نہ ہی یہ وہ حدیث ہے جس کے متعلق آپ پہلے پوچھ رہے تھے بلکہ یہ تو حدیث کی ایک دوسری قسم ہے جسے حدیث ربانی (قدسی) کہا جاتا ہے۔

عظمتِ قرآن مجید

مولانا محمد اجمل
خطیب جامع مسجد رحمانیہ، قلعہ گوجر سنگھ لاہور

دنیا کی پیدائش کا حقیقی مقصد معبودِ حقیقی کی ذات و صفات کی معرفت ہے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے۔ جب تک بنی نوعِ انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے اسی مقصد کے لیے ہزاروں انبیاء کرام اور رسل عظام بھیجے گئے اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کے لیے سید الانبیاء والمرسلین کو مبعوث کیا گیا اور الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کا مژدہ سنایا گیا۔

اس عظیم کارنامہ کو سرانجام دینے کے لیے آپ کو انسانوں کی راہنمائی اور ہدایت کے لیے "قرآن مجید" دستور و منشور کے طور پر عطا کیا گیا۔ جس کی عظمتِ شان کا اندازہ اس بات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت آدم سے لے کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء تشریف لائے۔ ان کی تعلیمات کا نچوڑ اور ان کی لائی ہوئی کتابوں کا خلاصہ اس میں موجود ہے۔ یہی کتاب ہدایت اور نور مبین ہمارے دین کی اساس اور بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی اور اپنے احکام سے اسی کے ذریعہ باخبر کیا ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں ہمارے لیے زندگی کا دستور العمل اور نامۂ ہدایت ہے۔ اس کتاب میں تہذیبِ اخلاق، تمدن، معاشرت حکومت و سیاست، معرفت و روحانیت، تزکیہ نفوس، تنویرِ قلوب، غرض وصول الی اللہ اور تنظیم و رفاہیت خلائق کے وہ تمام قوانین موجود ہیں۔ جن سے آفرینش عالم کی غرض پوری ہوتی ہے۔ اور جن کی ترکیب و تدوین کی ایک اُمی قوم کے اُمی فرد سے کبھی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ جس کا خارج میں کوئی معلم اور استاد ہی نہ تھا۔ لیکن اس کے علوم و معارف احکام و قوانین اور معجزانہ فصاحت و بلاغت شوکت و جزالت، جدتِ اسلوب و سلاست اور اس کی لذت و حلاوت اور شہنشاہانہ شان و شکوہ اور جامع و مؤثر اور دلربا طرزِ بیان پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں جو خداوند قدوس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔ مخلوق خواہ وہ جن ہوں یا انس جس طرح خدا کی زمین جیسی زمین، خدا کے سورج جیسا سورج اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز ہے۔

بے مثال کتاب

پورا قرآن تو بجائے خود رہا اس کی ایک

سورۃ کا مثل لانے سے بھی تمام جن و انس عاجز ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے سارے جہاں کو اور ساری مخلوق کو مقابلہ کا چیلنج دے دیا ہے۔

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ پ۱

تمام جہاں کے فصیح و بلیغ، پڑھے لکھے، اکٹھے ہو کر قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت کی مانند پیش کر دو۔ تو سمجھ لیا جاوے گا۔ کہ قرآن بھی کسی بشر کا کلام ہے۔ جس کا مثل دوسرے لوگ لا سکتے ہیں۔ مگر محال ہے۔ کہ ابدالآباد تک مخلوق خواہ وہ جن ہوں یا انس ایسا حوصلہ کر سکے۔ اور مخالفین اسلام کا یہ خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے۔

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۔ پ۱۵

تو قرآن مجید کا مقابلہ قیامت تک محال ہی نہیں بلکہ مشکل ہے۔ کیوں کہ یہی خدا کی وہ آخری کتاب ہے۔ جو ہر قسم کے تغیر و تبدل، ترمیم و تنسیخ سے بالکل محفوظ ہے اور قیامت تک اسی شان کے ساتھ رہے گی۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ خود خالق کائنات نے حفاظت و صیانت کا ذمہ ان الفاظ میں لیا ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔

"بے شک ہم نے ہاں ہم ہی نے نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ صرف یہ کتاب اللہ ہی ہے۔ جس میں شک و شبہ اور باطل کو کہیں سے راہ نہیں ملتی۔

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید پ۲۴

"اس میں باطل نہ آگے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ یہ کلام نازل ہوا ہے۔ خدائے باحکمت و پرحمد کی طرف سے"۔ یہی وہ کتاب ہے۔ جو کسی کی تصدیق کی محتاج نہیں بلکہ وہ مصدقا لما معکم خود دوسری کتب سماویہ کی مصدق اور مہیمن ہے۔

سرچشمۂ ہدایت

یہی وہ کتاب ہے جو آج تک اسی طرح سرچشمۂ ہدایت ہے۔ جس طرح آج سے چودہ سو برس پہلے تھی۔ جس طرح پہلی صدی ہجری کا ایک سادہ مزاج مخلص مسلمان سادگی کے ساتھ اپنے سوالات کے جوابات اس کتاب ہدیٰ میں تلاش کر لیتا تھا۔ اسی طرح آج چودہویں صدی کا ترقی یافتہ انسان بھی اپنے مسائل اور اپنی مشکلات کا حل اسی کتاب مقدس میں پا رہا ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس کی تاثیر سے گھبرا کر کفار نے کہا تھا۔

لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ۔

"اس قرآن کو سنو ہی مت اور اس کے درمیان میں غل مچا دیا کرو شاید تم غالب آجاؤ

یہی وہ کتاب ہے جس کی سماعت کے لیے جنات رک گئے۔ اور بے ساختہ پکار اٹھے۔

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ
اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ
نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۔

"ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہِ راست بتلاتا ہے۔ سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کا شریک کسی کو نہ بنائیں گے۔"

یہی وہ کتاب ہے جو صحیح راستہ بتانے والی ہے۔ اور ظنون واوہام کے مقابلہ میں سچ حقائق پیش کرنے والی، ہر تاریکی کو روشن کرنے والی، ہر کجی کو دور کرنے والی، ہر پستی کو بلند کرنے والی اور ہر دکھ کو مٹانے والی ہے۔

قرآن مجید کی صداقت پر کسی دلیل اور ثبوت کی ضرورت نہیں کہ وہ صدیوں سے بجنسہٖ بلفظہٖ قائم ہے۔ اور چونکہ وہ وحدہٗ لاشریک، کا کلام ہے۔ اس کا مقابلہ اور معارضہ کرنے سے مخلوق عاجز اور قاصر ہے۔

تاریخی خطبہ

اسی "کتاب مبین" کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں اعلان فرمایا تھا۔ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ كِتَابَ اللّٰهِ ط

"میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ ہے اللہ کی کتاب"

یہی وہ مقدس اور متبرک کتاب ہے۔ جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ (مسلم)

"بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ بعض قوموں کو رفعت وعروج دیتا ہے اور بعض کو (روگردانی کے باعث) پست کر دیتا ہے۔

اکبر مرحوم نے بھی خوب کہا ہے ؎

ہادی نہ ملے گا تمہیں قرآن سے بہتر
مغوی تو ملیں گے تمہیں شیطان سے بہتر

آج بھی اگر ہم دنیا کی عزتوں اور آسمانی بادشاہت کے مالک بننا چاہیں، تو اس کا ایک اور صرف ایک طریقہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو اپنا سب سے محبوب مشغلہ بنالیں اور دنیا کے تمام علوم وفنون سے زیادہ اس کتاب مقدس کے سیکھنے سکھانے اور اس کی تعلیمات سے واقف ہونے کی صحیح تبلیغ کریں۔ اس کے اوامر کا امتثال اور اس کے نواہی سے اجتناب کریں

ہمارے اسلاف واکابر نے اسی کتاب مبارک کو رہنما بنا کر غیر معمولی عروج حاصل کیا تھا۔ انہوں نے اس کی قیادت میں جب کسی جانب رخ کیا۔ تو دشمنوں کی صفیں دم کے دم میں الٹ گئیں اور کفر وشرک کے مضبوط و مستحکم قلعے مفتوح ہو گئے۔ اسی طرح آج ہم بھی ان ازلی اور ابدی حقائق کو پیش نظر رکھ کر سرفرازی سربلندی حاصل کر سکتے ہیں

علم تجوید و قرأت

مولانا قاری عبدالعزیز دارالعلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی لاہور

ایک عرصہ دراز تک ہمارے ملک میں یہ صورت حال رہی ہے کہ یہاں کے لوگ علم تجوید سے قطعاً روشناس نہیں تھے اسی لئے ہر وہ شخص جو ذرا اینٹھ مروڑ کر قرآن پڑھتا تھا اسی کو قاری کا خطاب دیا جاتا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب وہ وقت نہیں رہا اب ملک میں اللہ کے چند مخلص بندوں کی مسلسل خدمات کی بدولت ایک اچھا خاصا طبقہ اس علم سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق ضرور رکھتا ہے پھر بھی اکثریت اس علم سے ناواقف ہے یہی وجہ ہے کہ اس علم کی اور اس کے حاملین کی ملک میں عام طور پر کماحقہ قدر و منزلت نہیں اس لئے ضروری ہے کہ اہالیان ملک بالخصوص برادران اسلام کو اس علم سے پوری طرح باخبر کیا جائے ۔ اسی سلسلہ میں چند گذارشات میں بھی پیش کر رہا ہوں ۔

تجوید کی اہمیت کے مختلف پہلو

میرا خیال ہے کہ علوم دنیاوی کے مقابلہ میں دینی علوم بہرحال افضل ہیں۔ تفصیلات کا موقع نہیں۔ کم از کم ایسا یقین رکھتا ہوں پھر تمام دینی علوم میں وہ علوم افضل و اشرف ہیں جن کا تعلق براہ راست قرآن کریم سے ہے اور اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علم تجوید کا تعلق براہ راست الفاظ قرآن سے ہے اور چونکہ الفاظ قرآن کے مقابلہ میں کوئی چیز بھی مجد و شرف کا دم نہیں بھر سکتی تو انہی الفاظ سے تعلق رکھنے والے علم تجوید کے متعلق یہ بھی متفقہ اور یقینی فیصلہ ہے کہ اس علم سے بڑھ کر کوئی بھی علم معزز و مشرف نہیں ہو سکتا اسی لئے اس علم کے اکابر اور دیگر محققین علماء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ علم تجوید اشرف العلوم ہے

علم تجوید منزل من اللہ ہے

پھر یہ محض ایک مفروضہ نہیں ۔ جس کی بناء پر کوئی فرضی عمارت قائم کرنے کا ارادہ ہو بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قدر اقوی ہے ۔ اقوی درجہ استناد اس علم کو حاصل ہے اس درجہ کا اسناد شائد کسی بھی دینی علم کو حاصل نہ ہو اور علموں میں وسائط حائل ہوں گے ۔ لیکن یہاں استناد میں کوئی واسطہ محض واسطہ کے طور پر حائل نہیں۔ علم تجوید و قرأت کی دنیا میں حضرت امام جزریؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں ان کی مؤلفات صدہا سال سے علم تجوید و قرأت کے نصاب کا اہم ترین جزو رہیں

اپنی مشہور کتاب مقدمۃ الجزریہ میں فرماتے ہیں

لِاَنَّهٗ بِهِ الْاِلٰهُ اَنْزَلَا
وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَيْنَا وَصَلَا

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو علم تجوید کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور تجوید ہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہم تک پہنچا ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ جس طرح کلام الٰہی منزل من اللہ ہے۔ اسی طرح علم تجوید بھی منزل من اللہ ہے اب جو شخص قرآن پاک کو تجوید کے خلاف پڑھتا ہے۔ وہ گویا تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

کو ناقص ہی نہیں پارہ پارہ کرتا ہے اسی لئے امام موصوف نے صاف فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کو تجوید کے خلاف پڑھتا ہے وہ گنہگار ہے

علم تجوید کا ثبوت کتاب اللہ سے

ساتھ ہی اس بات پر غور فرمایئے کہ اس علم کا تعلق جس کتاب الٰہی سے ہے وہ کتاب اس کے بارے میں کیا حکم ناطق بیان کرتی ہے۔ میرا خیال ہے اور امید ہے کہ آپ اس کی تائید فرمائیں گے کہ ایک مسلمان کے لئے کس چیز کی اہمیت اس سے بڑھ کر اور کہاں ہو سکتی ہے کہ اس کے متعلق صراحت کے ساتھ قرآن پاک میں حکم موجود ہے۔ چنانچہ رب العالمین کا ارشاد ہے

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

اور قرآن پاک خوب ٹھہر ٹھہر کر سنوار کر پڑھو۔ اس آیت کی تفسیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے ان الفاظ میں منقول ہے۔

اَلتَّرْتِيْلُ هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ۔

یعنی ترتیل دو باتوں کے مجموعے کا نام ہے

(۱) حروف کی عمدگی اور تحسین کے ساتھ ادا کرنا

(۲) وقفوں کا پہچاننا یعنی آیت کہاں کرنی ہے کہاں نہیں کرنی کہاں ٹھہرنا جائز ہے اور کہاں ناجائز۔ مذکورہ آیت کی مذکورہ تفسیر بڑی حد تک متفق ہے۔ کسی فقیہہ اور کسی امام و مجتہد کا اس میں اختلاف نظر سے نہیں گذرا۔ کم از کم مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا۔ اس تفسیر کی رو سے تجوید کی فرضیت یا وجود کلام الٰہی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ جو دلائل قطعیہ میں سب سے زیادہ موثر اور اقوی ہیں اور صریح حکم کے باوجود بھی اگر کوئی شخص تجوید کے خلاف ہی قرآن پڑھتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ عملی طور پر قرآن سے بغاوت کا اعلان کر رہا ہے اور قرآن کے باغیوں کا ٹھکانہ کون نہیں جانتا کہ کہاں ہو گا

خیر القرون میں تجوید کا تعلیمی اہتمام

علم تجوید ہی وہ علم ہے جس کے حلقے اور تعلیمی انتظامات خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائے۔ قرآن پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں اور اپنے دونوں کی مدد کرنے والوں کے درمیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مضبوط نظم قائم فرمایا۔ اور اصحاب صُفّہ کے مبارک نام سے تو کون ناواقف ہو گا۔

خیر القرون قرنی کے دور میں علم التجوید اور علم القرآن کے علاوہ کسی اور چیز کا چرچا ہی نہیں تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جن اصحاب کو اس علم کی تعلیم فرمائی ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی حسب ذیل

ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت عثمانؓ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوالدرداؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، وغیر ذلک، یہ سب حضرات وہ "تلامذہ خاص ہیں جن کو خاص زبان رسالت سے علم تجوید حاصل ہوا اور پھر یہی حضرات کائنات کے معلم بن گئے اس تمام صورت حال سے معلوم ہوا کہ علم التجوید کی اہمیت خود حضور سرور کائنات کے نزدیک بھی بہت زیادہ تھی اسی لئے اس کے تعلیمی انتظامات کا زیادہ اہتمام تھا یہاں تک کہ گذارشات سے علم تجوید کی کتاب و سنت کی رو سے اہمیت واضح ہو چکی ہے

علم تجوید کی عظیم افادیت

اب ہم علم تجوید کی اہمیت اس کے افادی پہلو کے لحاظ سے واضح کرنا چاہتے ہیں اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے کہ تجوید کے حصول سے کیا فائدہ؟ تو مختصر جواب یہ ہوگا کہ اس علم کے حصول سے قرآن کریم کو حسن صحت کے ساتھ پڑھنا آجاتا ہے۔ مگر یہ مختصر جواب اپنے اختصار کے باوجود بڑے دور رس نتائج کا حامل ہے۔ غالباً آپ اس بات سے انکار نہیں کریں گے کہ اگر حق تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہیں تو یہ صورت بھی عین ممکن بلکہ تحت القدرۃ ہے کہ اسباب و وسائل کے بغیر اس کام کا ظہور ہو جائے اور متعدد مرتبہ ایسا ہو بھی چکا ہے مگر عادت اللہ یہ ہے کہ اسباب سے قطع نظر نہیں کی جاتی اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

مجتہدین نے قرآن کریم کے استنباطی اسالیب کو محفوظ کر لیا۔ غرضیکہ خادمین قرآن کی جو جماعت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی اس نے تقسیم کار کے اصول پر قرآن کریم سے متعلق تمام خدمات کو سامنے رکھ کر اس کی انجام دہی شروع کر دی تاآنکہ آج اللہ کی کتاب اسی طرح من وعن آپ کے سامنے موجود ہے جس طرح کہ وہ نازل ہوئی تھی

علم تجوید اور حفاظت قرآن کریم

اس تمام تر گذارش کا حاصل یہ ہوا کہ علم تجوید ہی وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا عظیم الشان کام پورا کرایا ہے۔ اور یہی وہ علم ہے جس سے اللہ کی کتاب کا حسن و جمال اور صحت و درستی قائم رہتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر کوئی افادی پہلو اس علم کا ہو بھی نہیں سکتا۔ علمائے محققین نے اس علم کی عظیم افادیت کے لئے یہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے محکم فیصلہ فرمایا ہے، علم تجوید کا موضوع الفاظ قرآنی ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی علم کے شرف و وقار کا انحصار موضوع کی عظمت پر ہی ہوتا ہے۔ یہاں تک ہم نے اس علم مبارک کی اہمیت پر نقلی حیثیت سے گفتگو کی ہے اب روئے سخن عقلی حیثیت کی طرف ہے۔ عقلی اعتبار سے علم تجوید کی اہمیت دوسری قسط میں ملاحظہ فرمائیں طوالت کی وجہ سے پہلی قسط یہاں پر ختم کی جاتی ہے۔

اللَّهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

دورۂ تفسیر کے علماء سے

حضرت شیخ التفسیر رح کا آخری خطاب

۱۳۸۰ھ میں شیخ الاسلام حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری دورہ تفسیر مکمل پڑھایا تھا۔ اس دفعہ امتحان کے بعد جب سندات تقسیم فرمانے لگے تو اس وقت حضرت الشیخ رح نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی تھی۔ جو میں نے حتی الوسع قلم بند کرنے کی کوشش کی تھی۔ افادہ عام کے لیے ہدیۂ قارئین کرام ہے۔ والسلام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝

ترجمہ اے رسولؐ! جو تجھ پہ تیرے رب کی طرف سے اترا ہے، اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

اب سندیں دینے سے پہلے کچھ باتیں عرض کرتا ہوں غور سے سنیئے! ہر قوم کے پاس کوئی نہ کوئی قانون ہوتا ہے مگر اس وقت پوری دنیا میں سوائے مسلمانوں کے اور کسی کے پاس الہامی کتاب موجود نہیں ہے اور مسلمانوں کے پاس جو دستور العمل موجود ہے اس کا نام قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید اصل ہے اور حدیث شریف اس کی شرح ہے۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے حدیث کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید لا ہے اور حدیث شریف بالائی لاز ہیں اسی لیے تو میں کہا کرتا ہوں کہ جو منکر حدیث ہے وہ منکر قرآن ہے وہ خارج از اسلام ہے یعنی بے ایمان ہے۔ قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس پر ساڑھے تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود اس کے عجائبات ختم نہیں ہوئے اور اس کے جواہر اتنے ہیں کہ ہر ایک کی رسائی نہیں ہو سکتی ہر ایک کو بقدرِ ہمت حصہ ملتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جتنا خدا کسی کو چاہتا ہے۔ قرآن مجید کا فہم

دیتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ یہ قرآن مجید پورا دینی و دنیوی دستور العمل ہے اگر اس پر مسلمان صحیح معنوں میں عمل کریں تو دنیا میں کوئی قوم کسی حیثیت سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر افسوس کہ اب تو مسلمانوں کے دلوں سے اس کتاب عزیز کی وقعت ہی نکل گئی ہے اور احساس بھی نہیں ہے ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اور عام لوگوں کو تو رہنے دیجئے آج کل کے علماء جب مدارس سے فارغ ہوتے ہیں تو صرف، نحو، منطق، فلسفہ میں اپنی عمریں صرف کر دیتے ہیں مگر۔ قرآن کے لیے بہت کم لوگوں کا خیال ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عوام اب اس مبارک کتاب سے دور بھاگ رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک پرانی کتاب ہے واقعات ہیں اور بس حالانکہ یہ قرآن مجید تمام اقوام اور زمانوں کے لیے ہے آجکل چاہیئے تو یہ کہ جو امراض مسلمانوں میں پیدا ہو چکے ہیں ان کا حل قرآن و حدیث میں تلاش کیا جائے اور واقعات خصوصی کو عام انداز سے پیش کیا جائے اور ان نقائص سے بچنے کی تلقین کی جائے جن کی وجہ سے سابقہ قوموں کو عذاب کا مزا چکھنا پڑا۔ جیسا کہ اب میں نے آپ کو قرآن مجید پڑھایا ہے اس میں دینی دنیوی تمام مسائل موجود ہیں معاشرتی اقتصادی، سیاسی ہر قسم کے قوانین موجود ہیں۔ اسی لیے آجکل علما کے لیے الاعتبار والتاویل ضروری ہے تاکہ قرآن صرف وظیفہ کی کتاب نہ رہ جائے۔

یہ ابتدائی تمام علوم خادمِ قرآن ہیں مقصود بالذات نہیں ہیں مقصود بالذات صرف قرآن مجید ہے اور اس کی شرح حدیث شریف میں آپ سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی اپنی جگہ جا کر قرآنی علوم کی نشر و اشاعت کو اپنے ذمہ ضروری ٹھہرا لو اور یہی نصب العین حیات بنا لو آپ حضرات اپنی عمر کے دس دس بارہ بارہ سال منطق و فلسفہ پر خرچ کر دیتے ہیں۔ مگر قرآن مجید میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اب جو چیزیں میں نے آپ کو بتلائی ہیں کیا پہلے آپ کو ان کا علم تھا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ حضرات کو یہاں آنے کی توفیق دی اور مجھے پڑھانے کی۔

میں نے دس سال حضرت سندھیؒ سے قرآن مجید پڑھا اور انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں ساری عمر قرآن میں صرف کروں گا اور اسی کو اپنی نصب العین بناؤں گا۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس وعدہ کے نبھانے کی توفیق بخشی۔ جوانی سے بڑھاپے تک بس یہی

سے پہلے انگریز کابلی حکومت کے نمائندین سے ساز باز کر چکا تھا۔ معاہدہ تو صرف اس ساز باز کو قانونی شکل دینے کے لیئے کیا گیا تھا۔ تاکہ کابلیوں کے راستہ سے جو خطرہ انگریزوں کو تھا۔ اس کی راہ مسدود ہو۔

انجمن خدام الدین کی بنیاد

۱۹۲۲ء میں حکیم فیروزالدین صاحب کی تحریک پر انجمن خدام الدین کا قیام عمل میں لایا گیا۔ قرآن مجید اور سنت نبوی کی اشاعت کو انجمن کا نصب العین قرار دیا گیا۔ حضرت شیخ الکل مولانا نذیر احمدؒ محدث دہلوی کے شاگرد مولانا فضل حق اور قطب الارشاد شیخ العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد حضرت مولانا ابو محمد احمد بھی اس انجمن کے ممبر بنا دیئے گئے انجمن نے وقتی ضروریات کے مطابق دینی، اصلاحی اور سماجی، ضرورتوں کے لیے قرآن و سنت کی روشنی میں کئی رسالے اور کتابیں شائع کی ہیں جو سب کی سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہیں۔ حضرت تا حیات انجمن کے امیر رہے ہیں۔

درس قرآن

ایک عمومی درس جو کہ نماز فجر سے ایک گھنٹہ بعد ہوتا ہے یہ ۱۹۱۷ء سے شروع ہوا اور بلا عذر شدید کبھی ترک نہیں ہوا حتیٰ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت بھی ان کے جانشین و منجھلے صاحبزادہ حضرت مولانا عبیداللہ انور نے نہیں چھوڑا والد ماجد کی نعش گھر میں رکھی ہے اور ہونہار سپوت اشکبار آنکھیں لیے قال اللہ و قال الرسول مخلوق خدا کے کانوں تک پہنچانے کا فریضہ ادا کر رہا ہے اس درس میں ہر شخص شریک ہو سکتا ہے دوسرا درس قرآن علماء کرام کے لیے ہے اس میں صرف اس شخص کو بیٹھنے کی اجازت ہے جو درس قرآن کی تکمیل کر کے عالم دین بن کر سند فراغت حاصل کر چکا ہو۔ یہی وہ درس ہے جس کے متعلق حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند سند فراغت دیتے وقت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اب اگر قرآن مجید کے اگر قرآن مجید کے اسرار و رموز اور دین و شریعت کی مصلحتوں سے آشنائی کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس اور باطنی ترقی چاہتے تو لاہور کے ایک کامل اور مکمل ولی اللہ و شیخ وقت کے سامنے تین ماہ تک زانوئے تلمذ تہہ کرو۔ اس درس میں نہ صرف پاک و ہند بلکہ افغانستان، ملایا، انڈونیشیا ایران، روس، ترکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے فارغ التحصیل علماء کرام شامل ہوتے تھے۔ ان سب کے قیام و طعام کا انتظام انجمن کے ذمہ تھا۔

لڑکیوں کے لیئے مدرسہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لڑکیوں کے لیے بہتر ہزار روپیہ کے خرچ سے مدرسہ البنات کی تعمیر کروائی۔ لطف یہ ہے کہ کسی سے چندہ نہیں مانگا اللہ تعالیٰ نے خود ہی اہل خیر کے دلوں میں اس کی تعمیر ڈال دی۔ چنانچہ کام مکمل ہو گیا اور کسی قسم کی تنگی محسوس نہیں ہوئی۔ اس مدرسہ کے ۲۱ کمرے ہیں اس مدرسہ میں لڑکیوں کے لیے آٹھ سالہ نصاب تعلیم رائج ہے جس میں عقائد اسلامیہ، ارکان اسلام کلام مجید با ترجمہ، حدیث، سیرت النبیؐ و سیرت خلفاء راشدین کے ساتھ ساتھ خانہ داری اور کشیدہ کاری کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس مدرسہ میں دو قسم کی کلاسیں ہوتی ہیں

ایک تو ان لڑکیوں کے لیے جو صرف اس مدرسہ میں تعلیم پاتی ہیں۔ دوسرا شعبہ ان لڑکیوں کے لئے ہے جو دوسرے سرکاری مدارس میں تعلیم حاصل کرتی ہیں اور یہاں دینی تعلیم کے لیے آتی ہیں۔ ان کی کلاسیں مغرب کے بعد ہوتی ہیں۔

تبلیغی کام

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پچاس سے زیادہ رسالے اور کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ مجلس ذکر کے مواعظ اور خطبات جمعہ کی آٹھ آٹھ جلدیں ہیں۔ قرآن مجید کا ترجمہ اور حاشیہ ربط آیات بھی شائع کیا۔ ایک قرآن مجید سندھی ترجمہ و تفسیر والا شائع کیا۔ انگریزی زبان میں بھی بارہ کے قریب پمفلٹ شائع کیے۔ جو ان سے ملنے آتا تو اس کا اعزاز و اکرام فرماتے تھے۔ اہل قرآن کے امام مولوی حشمت علی سب کو کافر کہتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مسلمان نہیں سمجھتے تھے لیکن جب وہ بھی حضرت کے پاس آتے تو حضرت کبھی بھی ان سے بے اعتنائی نہ برتتے بلکہ ان کے ساتھ حکمت دین اور موعظہ حسنہ سے کام لیتے ہوئے دعوت الی الحق کا فریضہ ادا فرماتے۔

شرک و بدعات کے سایہ کو بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ لیکن وعظ و نصیحت میں محکمات کو سامنے رکھتے اور متشابہات کی ایسی تاویل فرماتے جو محکمات پر منطبق ہو سکے اور جس کا محکمات سے ٹکراؤ نہ ہو۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نمایاں وصف یہ تھا کہ بڑے سے بڑے حکومت کے عہدیدار سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ وزیروں اور گورنروں تک کو ڈانٹ دیتے تھے اور یہ

سبھی ان کی بزرگی، تقویٰ اور صاف باطنی کا اثر تھا۔

پونے دو لاکھ کے قریب مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ جنازہ کی امامت باتفاق علماء کرام آپ کے منجھلے صاحبزادے اور جانشین مولانا عبیداللہ انور نے فرمائی اور لاہور کے قبرستان میانی صاحب میں مدفون ہیں۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
مسِ خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اسکی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

بڑی سے بڑی لعنت اور دُگنے عذاب
کا مطالبہ کریں گے۔ نیک اولاد چھوڑ
جائیں گے، صدقہ جاری۔ جس کو دین
کی تعلیم دیں گے تو پھر وہ کہیں گے
رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝
(پ ۱۵ س بنی اسرائیل آیت ۲۴) اے اللہ!
ان پر اس طرح شفقت فرما جس طرح
یہ ماں، باپ دونو ہم پر اس زمانے
میں شفقت فرماتے رہے جب ہم
ناتواں، ضعیف اور لاچار تھے۔

نیکوں کے چہرے منوّر اور بدوں کے چہرے سیاہ

رزقِ حلال تو بہت بڑی بات ہے
حرام مال بھی آپ کھائیں گے، پیٹ
میں تو وہ چلا جائے گا لیکن جب
اُس کا ایک ایک پائی کا، ایک ایک
رائی کا، قطرے قطرے کا، ایک ایک
بوٹی کا، ایک ایک چاول کا مالکِ
یوم الدین کو جزا کے دن حساب دینا
پڑے گا تو تب پتہ چلے گا اور تب
حقیقت کھلے گی۔ اس وقت کیا ہوگا؟
هَا هَا لَا اَدْرِيْ۔ میں تو نہیں جانتا۔
یہ تو سب کو معلوم ہے۔ کہ مَنْ
رَّبُّكَ، مَا دِيْنُكَ کا سوال قبر میں
جاتے ہی ہو جانا ہے اور آپ کا اعمالنامہ
آپ کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں دیا
جانا ہے۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ
الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (پ ۱۵، س بنی اسرائیل
آیت ۱۴) اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں
دیا جاتے تو کامیاب، بائیں ہاتھ میں
دیا جاتے تو ناکام۔ چہرے سے پتہ
چل جائے گا، نیک ہوں گے، چہرے
چمکتے دمکتے ہوں گے وضو اور نماز کی
برکت سے، اور جو بدبخت روسیاہ
ہوں گے، آنکھوں سے ہی آپ پہچان
لیں گے، وہ خود اپنے آپ کو جان
لیں گے، نامۂ اعمال ملنے سے پہلے ہی
ان کی کرتوتیں اُن کے چہروں سے
ظاہر ہو رہی ہوں گی۔ سو اس دنیا
میں بھی آپ دیکھ رہے ہیں نمازیوں
کو کیسا نور اللہ نے نصیب فرمایا۔ اور
بے نمازوں کے منہ سے کیسی نحوست
ٹپک رہی ہے۔

حنیفی ادیان تین ہیں

مولانا رومؒ نے حضرت ابراہیمؑ کی
مہمان نوازی کا ایک واقعہ لکھا ہے۔
خود اللہ نے بار بار تذکرہ کیا۔ قرآن
میں سب سے زیادہ ذکرِ خیر حضرت موسیٰ
علیہ السلام کا، جناب رسول اللہ (صلی اللہ
علیہ وسلم) کا، اس کے بعد سب سے
زیادہ ذکرِ خیر حضرت ابراہیمؑ کا۔ یعنی قرآن
کی تقریباً ۲۵ سورتوں اور ۶۳ آیات
میں صرف حضرت ابراہیمؑ کا ذکرِ خیر ہے
اور ایک پوری سورت اُنہی کے نام نامی
سے منسوب ہے اور پھر جتنا ذکرِ خیر
اُن کا ہے شاید ہی کسی کا ہو۔ اسی
لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا

ہے کہ حنیفی ادیان حضرت ابراہیمؑ سے پہلے مظاہر پرستی کے شکار جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں ۔ سورج کو، ستاروں کو پوجنے والے ، گئو کی عزت کرنے والے ، اسی طرح کوئی کسی درخت کو ، کوئی کسی چیز کو ، لیکن حضرت ابراہیمؑ کی توحید پرستی کا ڈور دشمن بھی مانتا ہے اور شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ حنیفی ادیان جو حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوئے وہ تین ہیں (۱) یہودیت (۲) عیسائیت (۳) اسلام ۔ حضرت ابراہیمؑ کو ہر سہ ادیان والے اپنا جدِّ اعلیٰ مانتے ہیں ۔ جتنا زیادہ قریب اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس ہے اتنا کوئی بھی نہیں ہے ۔ حضورؐ سے قربانی کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا ۔ سُنَّتَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ ؑ اسی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح مہربان تھے مہمانوں پر حضرت ابراہیمؑ کا بھی یہی مقام ہے ۔

پیغمبروں کو پیغام ہدایت دے کر دنیا میں بھیجا اور اُن کی تائید و توثیق کے لئے یکے بعد دیگرے متعدد نبی آتے رہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ساتھ ہی نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند کر دیا گیا اور آپؐ کی دعوت قیامت تک کے لئے انسانوں کی رہنمائی کے لئے پسند فرمائی

مشغلہ رہا اور اب یہ امانت آپ کو سپرد کر رہا ہوں تاکہ میرے دنیا سے جانے کے بعد بھی یہ سلسلہ خیر جاری رہے

یہ سندیں اسی لیے دی جاتی ہیں کہ اب آپ میں صلاحیت پیدا ہو چکی ہے۔ اب آپ پر قرآن مجید کا گھر گھر پہنچانا ضروری ہو گیا ہے اگر آپ نے اس فریضہ کو ادا نہ کیا تو یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ گرفت فرمائے گا۔ کہ جب تمہیں میں نے قرآن کی سمجھ دی تھی تو تم نے کوتاہی کیوں کی؟ اور لوگوں تک حق کیوں نہیں پہنچایا؟

جب آپ دینِ حق کا آوازہ اٹھائیں گے تو لوگوں کی طرف سے مخالفتیں ہوں گی طعنے دیئے جائیں گے، تکالیف پہنچیں گی۔ مگر یاد رکھو کہ ڈٹ کر تمام مصائب کا کا مقابلہ کرنا آخر فتح تمہاری ہوگی۔ باطل دم دبا کر بھاگے گا۔ میری زندگی تمہارے سامنے ہے اللہ تعالیٰ نے کس طرح کامیاب بنایا۔ میرے مقابلے میں بڑے بڑے مگر سب کو منہ کی کھانی پڑی

اب آخر میں ایک ضروری چیز عرض کر دوں کہ آپ کو قرآنی معارف تب زیادہ حاصل ہوں گے۔ جب اخلاص ہو گا اور لوگوں پہ آپ کے اخلاص کا اثر پڑے گا۔ اگر اخلاص زیادہ ہو تو فوراً اثر لوگوں پہ ہو گا۔ لیکن اگر اخلاص کی کمی ہو یا اخلاص نہ ہو تو پھر کچھ اثر بھی نہیں ہوگا۔ بلکہ قرآنی فہم بھی چھین لیا جائے گا اور اخلاص کی ضد طمع ہے اور آجکل یہ مرض عام ہے جب کسی مدرسہ یا مسجد میں علماء کو جگہ ملتی ہے تو پہلے تنخواہ کی بات طے کرتے ہیں کہ کتنی دو گے اگر ایک جگہ زیادہ اور دوسری جگہ کم ہو تو زیادہ روپوں کے لیے پہلی جگہ چلے جائیں گے حالانکہ جتنی دین کی تبلیغ دوسری جگہ ہو سکتی تھی یہاں نہیں ہو سکتی مگر اپنے نفع کی خاطر یہ کام کرتے ہیں۔

یاد رکھو جہاں بھی جاؤ نصب العین بنا لو۔ کہ دین کی تبلیغ قرآن کے درس پہ کچھ بھی کسی سے نہیں لینا جیسا کہ تمام انبیاءؑ سے قرآن مجید میں کہلوایا گیا۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ۝

ترجمہ:۔ اور میں تم سے اس پہ کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العلمین کے ذمے ہے۔

جب یہ نصب العین ہو گا تو عوام پہ قرآن مجید اور آپ کی تبلیغ کا اثر ہوگا اور صلاحیت پیدا ہو گی کہ دینِ اسلام کی خدمت کر سکیں۔

پھر یہ شک گزرتا ہے کہ آخر دنیوی کفالت کہاں سے ہو گی تو اس کے متعلق بھی قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (طلاق ۲۲)

مرتبہ: محمد عثمان غنی

مجلس ذکر

قرآن کریم اور رزقِ حلال

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ (بقرہ ع۲۳)

ترجمہ: اور نہ کھاؤ آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے۔

رزقِ حلال کمانے اور کھانے کی کوشش کیجئے۔ حرام اور مشتبہ مال سے بچنے کی کوشش کیجئے۔ اور جب حرام مال نہیں کھایا ہو گا تو پھر انشاءاللہ عبادت کی، اطاعت کی اور فرمانبرداری کی توفیق ہو گی۔ پھر حقوق اللہ اور حقوق العباد دونو ادا ہوں گے۔ لیکن اگر آپ رزقِ حلال سے دُور رہے تو پھر آپ کا کوئی بھی عمل عملِ خیر یا عملِ صالح نہیں بلکہ مردُود اور رائیگاں چلا جائے گا۔ اسی لئے عرض ہے کہ رزقِ حلال اور صدقِ مقال کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر اولاد کی گھٹّی میں رزقِ حرام پڑ گیا تو ان کی اصلاح کی امید کبھی برآ نہ ہو سکیگی ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریّا مے رود دیوارِ کج

اگر آپ نے ان کو دین کی تعلیم نہ دی، قرآن کی رغبت نہ دلوائی، کسی اللہ والے سے واسطہ نہ ڈلوایا، اللہ کے گھروں (مساجد) میں نہ لے کر گئے تو قرآن میں اللہ نے صاف فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ماں باپ کو اس بات کا عذاب دیا جائے گا کہ ان کو اولاد دی اور اولاد کا صحیح شکر یہ تھا کہ ان کی صحیح تربیت کرتے، تعلیم دین دلاتے، وہ نہ دلوائی اور ایم، اے۔ بی، اے کرایا۔ بچّے پیدا کرنے کے لئے ان کو مکان دے دیا اور بیوی بھی دلوا دی لیکن جو اصل چیز تھی آپ کے ذمّے وہ آپ نے پیدا نہ کی۔ تو قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ان کو سزا ملے گی تو وہ کہیں گے۔ یا اللہ! ماں باپ کو پہلے اور ہم سے بڑی اور سخت سزا دے۔ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝ (پ ۲۲ س الاحزاب آیت ۶۸)

قرآن کا مذہب

امن اور سلامتی کا مذہب ہے

"پادری دالے دبینے بے ڈی"

امریکہ کے مشہور عالم ڈریپر کا قول ہے :۔

" دنیا کی تاریخ میں کوئی مذہب اتنی جلد اور اس قدر وسعت کے ساتھ نہیں پھیلا جتنا کہ مذہب اسلام تھوڑے عرصہ میں کوہ الٹائی سے لے کر بحر الکاہل تک اور ایشیا کے مرکز سے افریقہ کے مغربی کناروں تک جا پہنچا"

(۲) سر ولیم میور (مصنف لائف آف محمد) لکھتا ہے :۔

" مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا"

(۳) ڈاکٹر گستاؤلی بان فرانسیسی لکھتا ہے:۔

جس وقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالیں گے اور ان کی کامیابی کے اسباب کو ابھار کر دکھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اشاعت مذہب میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیا گیا کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذاہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ اگر اقوام عیسوی نے اپنے فاتحین کے دین کو قبول کر لیا اور بالآخر ان کی زبان کو بھی اختیار کیا۔ تو یہ محض اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے اپنے جدید حاکموں کو ان قدیم حاکموں سے جن کی حکومت میں اس وقت تک تھے بہت زیادہ منصف پایا، اُن کے مذہب کو اپنے مذہب سے بہت زیادہ سچا اور سادہ پایا" (تمدن عرب)

(۴) رابرٹس اپنی تاریخ چارلس پنجم میں لکھتا ہے "وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی ایک طرف تو وہ اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو پھیلاتے تھے۔ دوسری طرف ان اشخاص کو جو اسے قبول نہیں کرتے تھے اپنے اصلی ادیان پر قائم رہنے دیتے تھے"۔

(۵) مشہور ہبیاں اپنی کتاب سفرِ مشرق میں لکھتا ہے :۔

"عیسائیوں کے لیے نہایت افسوس کی بات ہے کہ مذہبی رواداری جو مختلف اقوام میں ایک بڑا قانون مروت ہے۔ عیسائیوں کو مسلمانوں نے سکھائی"

(۶) ڈاکٹر گستاؤلی فتح بیت المقدس کے متعلق لکھتے ہوئے تحریر کرتا ہے۔

"عمرو بن عاص نے۔ باشندگان مصر سے

وعدہ کیا کہ انھیں پوری مذہبی آزادی، پورا انصاف بلا رو رعایت اور جائداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائیں گے۔ عمال اسلام اپنے اس عہد پر اس درجہ مستحکم رہے اور انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ جو ہر روز شاہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملوں کے ہاتھ سے انواع واقسام کے مظالم سہا کرتے تھے اس طرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ سارے ملک نے بہ کشادہ پیشانی "دین اسلام" اور عربی زبان کو قبول کر لیا۔ میں بار بار کہوں گا کہ یہ وہ نتیجہ ہے جو ہرگز بزور شمشیر حاصل نہیں ہو سکتا"۔

۷۔ مصر کے مشہور اخبار ایجپٹ میں ایک مسیحی لکھتا ہے۔

"جس طرح عیسائیت علم و تمدن کے میدان میں اسلام کے دوش بدوش نہیں چل سکتی، اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی"۔

۸۔ بیروت کے ایک مسیحی اخبار "الوطن" میں ایک عیسائی نامہ نگار لکھتا ہے:۔

"پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کی قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کر دیئے۔ کیونکہ مسلمان جب قرآن و حدیث (منکرین حدیث پاک غور کریں) میں غور کریں گے تو وہ اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائیں گے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر سوائے تقویٰ کے اور کسی چیز کے سبب ترجیح نہیں دی گئی (آگے لکھتا ہے) انھوں نے عورت کے مرتبہ کو بلند کر دیا۔ بیت المال کے لیے قواعد مرتب کیے اور حکمت و دانائی کو مسلمانوں کا گمشدہ مال قرار دیا اور حاصل کرنے کی تاکید کی"۔

۹۔ مشہور مؤرخ ایڈورڈ گبن لکھتا ہے:۔

"حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے ہم وطنوں کی ناانصافی نے اس وقت جلا وطن کیا جبکہ وہ اپنے خیر اندیش مذہب اور صلح آمیز رسالت پر عامل تھے"۔

۱۰۔ مسٹر طامس کارلائل اپنی کتاب "لیکچرز آن ہیروز" میں رقمطراز ہے:۔

"اسلام کا آنا عرب کی قوم (بلکہ تمام دنیا) کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب پہلے ہی پہل اس کے ذریعہ زندہ ہوا۔ اہل عرب گلہ بانوں کی غریب قوم تھی اور جب سے دنیا بنی تھی عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتی تھی اور کسی شخص کو ان کا خیال بھی نہ تھا کہ اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین رکھتے تھے، بھیجا گیا۔ اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف ہی نہ تھا وہ تمام دنیا میں مشہور و معروف ہو گئی اور چھوٹی چیز نہایت ہی بڑی بن گئی۔ اس کے بعد ایک صدی کے اندر ایک جانب غرناطہ اور ایک طرف دہلی ہو گئی ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو ظلمت میں چھپا ہوا ریگستان تھا۔ مگر دیکھو اس نے زور و شور سے اڑ جانے والی باروت کی طرح نیلے آسمان تک اٹھتے ہوئے شعلوں کے ذریعہ دہلی سے تا بہ غرناطہ روشن کر دیا"۔

(۱۱) جی ایم راڈویل لکھتا ہے :-

"قرآن میں ایک نہایت گہری حقانیت ہے جو اُن لفظوں میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے کے قوی اور صحیح رہنمائی اور الہامی حکموں سے مملو ہیں۔"

۱۲- جرمن مستشرق تمانویل ڈیوش لکھتا ہے:-

"اسی قرآن کی مدد سے تمام سامی اقوام میں صرف عرب ہی یورپ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے جہاں اہل فینشیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہنچے، ان عربوں نے بنی نوع انسان کو روشنی دکھلائی جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی، ان عربوں نے یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا اور مشرق و مغرب کو فلسفۂ طب اور علم معیشت کی تعلیم دی اور موجودہ سائنس کے جنم لینے میں انہوں نے حصہ لیا۔ ہم ہمیشہ اس روز کا ماتم کریں گے جس دن غرناطہ عربوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔"

۱۳- ڈاکٹر سیموئیل جانسن لکھتا ہے :-

"قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لیے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں، ریگستانوں شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔"

۱۴- ریورینڈ ڈبلیو اسٹیفین لکھتا ہے :-

"آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بت پرستی کے ایک منتشر انبار کے عوض میں خالص توحید کا عقیدہ کیا۔ آپؐ نے لوگوں کے اخلاقی معیار کو بلند کیا، اور ان کی تمدنی حالت کو ترقی دی، اور ایک سنجیدہ اور معقول طریق عبادت جاری کیا آخرکار آپؐ نے اس ذریعہ سے بہت سے وحشی اور آزاد قبیلوں کو جو محض ذروں کی طرح ادھر ادھر اڑتے پھرتے تھے، باہم ملا کر ایک ٹھوس ملکی جماعت کی شکل میں منتقل کر دیا۔"

(۱۵) ڈاکٹر گستاؤلی اپنی مشہور کتاب "تمدن عرب" میں مذہبی مصنف "موسیو لیبلی" کا قول نقل کرتا ہے :-

مسلمان ان نظامات میں جو اقوام مزدوری پیشہ کی بہبودی سے متعلق ہیں اس وقت تک ان سب غلطیوں سے بچے ہوئے ہیں جو مغرب میں واقع ہوئی ہیں!

ان میں وہ عمدہ نظامات کامل طور سے باقی ہیں جن کے ذریعہ سے انہوں نے امیر و غریب، غلام و مالک میں صلح قائم رکھی ہے اس قدر کہنا کافی ہے کہ وہ قوم جس کو تعلیم دینے کا دعویٰ یورپ کر رہا ہو فی الواقع وہ قوم ہے جس سے خود اسے سبق لینا چاہیئے (شاید لئے مغرب اسے مکرر پڑھ)

۱۶- پروفیسر ایڈورڈ مونٹ پروفیسر

السنہ مشرقیہ جینوا یونیورسٹی لکھتا ہے۔
"کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)
کو اصلاح اخلاق اور سوسائٹی کے متعلق جو
کامیابی ہوئی اس اعتبار سے آپؐ کو
انسانیت کا محسنِ اعظم یقین کرنا
پڑتا ہے"

۱۸۔ سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمدؐ
میں لکھتا ہے :۔
جہاں تک ہماری معلومات ہیں دُنیا بھر
میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس قرآن
مجید کی طرح بارہ صدیوں تک ہر تحریف
سے پاک رہی ہو"

۱۹۔ ڈاکٹر موریس فرانسیسی لکھتا ہے:
"قرآن دینی تعلیم کی خوبیوں کے لحاظ سے
تمام دنیا کی مذہبی کتابوں سے افضل ہے
بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت
نے جو کتابیں دیں اُن سب میں قرآن بہترین
کتاب ہے"

۲۰۔ ڈاکٹر ماریس کہتا ہے کہ
" قرآن نے دُنیا پر وہ اثر ڈالا جس سے
بہتر ممکن نہ تھا"

۲۱۔ ڈاکٹر اسٹیس گاس اپنی ڈکشنری میں لکھتا
ہے" قرآن کی خاص خوبی اس کی ہمہ گیر صداقت
میں مضمر ہے"

۲۲۔ مشہور مترجم قرآن "جارج سیل" لکھتا
ہے" قرآن جیسی معجز کتاب انسانی قلم نہیں لکھ
سکتا۔ یہ مستقل معجزہ ہے جو مُردوں کو زندہ
کرنے کے معجزوں سے بلند تر ہے"

۲۳۔ پادری دال رلیسین بی ڈی کہتا ہے
"مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے
ایک امن اور سلامتی کا مذہب ہے"

۲۴۔ گاڈ فری ہیگنس لکھتا ہے :۔
" قرآن کمزوروں اور غریبوں کا غمخوار ہے
اور نا انصافی کی جا بجا مذمت کرتا ہے"

۲۵۔ ڈاکٹر کیپن آئرک ٹیلر کہتا ہے :۔

"اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تہذیب و تمدّن کا علمبردار ہے"

۲۶۔ مسٹر جان ویون پورٹ اپنی کتاب
اپالوجی فار محمدؐ اینڈ دی "قرآن" میں لکھتا ہے
"فی الحقیقت قرآن عیوب سے
ایسا مبرّا ہے کہ اس میں خفیف سے
خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں"

۲۷۔ اسلام کا شدید ترین دشمن پادری عماد الدین
صداقت سے مغلوب ہو کر لکھتا ہے:۔
"قرآن آج تک وہی قرآن ہے
جو محمدؐ صاحب (صلی اللہ علیہ
وسلم) کے عہد میں تھا"

۔ مشہور جرمن فاضل گوئٹے لکھتا ہے
" اس کتاب و قرآن کی اعانت سے
عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے بڑا
جہاں اور رومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے وسیع تر
سلطنت فتح کر لی اور جس قدر زمانہ سلطنت
روما کو اپنی فتوحات کے حاصل کرنے میں
درکار ہوا تھا اس کا دسواں حصّہ بھی ان
کو نہ لگا"

اب میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں مسلمان ہو جاؤں!

فرانسیسی ڈاکٹر کی شہادت

ایک فرانسیسی ڈاکٹر سمندری جہاز میں سفر کر رہا تھا۔ اچانک مصر کے پاس اپنا سفر منقطع کر کے وہ عالم کے پاس پہنچا اور مسلمان ہو گیا۔

یہ ڈاکٹر غرینیہ تھے جو پیرس کے ایک کامیاب پریکٹشنر ہونے کے علاوہ فرانسیسی پارلیمنٹ کے ممبر بھی تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد وہ پارلیمنٹ سے الگ ہو گئے اور پیرس کی سکونت ترک کر کے فرانس کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں سکونت اختیار کر لی اور خدمتِ خلق میں مشغول ہو گئے۔

محمود بے مصری نے ان سے ان کے مکان پر مل کر ان کے اسلام قبول کرنے کا سبب دریافت کیا۔

"قرآن کی ایک آیت" ڈاکٹر غرینیہ نے جواب دیا "کیا آپ نے کسی مسلمان عالم سے قرآن پڑھا ہے"۔ "نہیں میری اب تک کسی مسلمان عالم سے ملاقات نہیں ہوئی ہے"

"پھر یہ واقعہ کیوں کر پیش آیا"

ڈاکٹر غرینیہ نے جواب دیا۔ مجھے اکثر سمندری سفروں میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے، میری زندگی کا بڑا حصہ پانی اور آسمان کے درمیان بسر ہوا ہے۔ اسی طرح کے ایک سفر میں ایک بار مجھے قرآن کا ایک فرانسیسی ترجمہ ملا۔ یہ موسیو ساتاری کا ترجمہ تھا۔ میں نے اسے کھولا تو سورہ نور کی ایک آیت سامنے تھی۔ جس میں ایک سمندری نظارے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اَوْ کَظُلُمٰتٍ .... فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (نور ۴۰) جیسے اندھیرا گہرے سمندر میں، اس کو ڈھانپ لیا ہو موج نے۔ لہر کے اوپر لہر۔ اس کے اوپر بادل۔ اندھیرے پر اندھیرا۔ اس حالت میں ایک شخص اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ وہ اس کو دیکھ سکے اور جس کو خدا نور نہ دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔

میں نے اس آیت کو نہایت دلچسپی سے پڑھا جس میں سمندری نظارے کی کیفیت بیان کی گئی تھی۔ جب میں نے یہ آیت پڑھی تو میرا دل تمثیل کی عمدگی اور اندازِ بیان کی واقعیت سے بے حد متاثر ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ایک ایسے شخص ہوں گے جن کے رات اور دن میری طرح سمندری سفروں میں گزرے ہوں۔ پھر بھی مجھے حیرت تھی کہ انہوں نے گراہوں

کی آوارگی اور ان کی جد و جہد کی بے حاصلی کو کیسے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ گویا کہ وہ خود رات کی سیاہی بادلوں کی تاریکی اور موجوں کے طوفان میں ایک جہاز پر کھڑے ہیں اور ایک ڈوبتے ہوئے شخص کی بد حواسی کو دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سمندری خطرات کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی اتنے کم الفاظ میں اتنے کامیاب طور پر خطراتِ بحر کی تصویر کشی نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ محمدؐ عربی محض اُمی تھے اور انہوں نے زندگی بھر کبھی سمندر کا سفر نہیں کیا۔ اس انکشاف کے بعد میرا دل روشن ہو گیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہیں بلکہ اس خدا کی آواز ہے جو رات کی تاریکی میں ہر ڈوبنے والے کی بے حاصلی کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس کے بعد میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔

قرآن کا معجزہ

۳۰-۳۵ سال پہلے الہ آباد میں ایک نامور ڈاکٹر ایس راج رنجیت سنگھ نام کے تھے۔ سول سرجن کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ضلع فتح پور میں شریف کائستھوں کا ایک خاندان تھا، اسی گھرانے کے یہ بھی تھے۔

ڈاکٹر صاحب قرآن مجید کی ایک آیت سے خصوصی طور پر متاثر ہوئے اور وہی تاثر ان کے ایمان لے آنے کا باعث ہوا۔ سورہ زمر ۳۹ کے پہلے رکوع میں آیا ہے۔
يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّن بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ط

ڈاکٹر صاحب کہتے تھے کہ جنین کی تین جھلیاں یا تہیں ہوتی ہیں اور جسم انسانی کی تشریح کا اتنا دقیق علم عرب کے ایک امی کو ہو ہی نہیں سکتا تھا جب تک کہ غیب سے اسے علم نہ دیا جا۔" اور یہ ثبوت ہے اس کا کہ قرآن کلام محمدؐ نہیں کلام اللہ تھا۔ (صدق ۵ مارچ ۱۹۶۳ء)۔

عام مفسرین تین تاریکیوں کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ ایک تاریکی خود شکم کی ہے۔ دوسری رحم مادر کی اور تیسری جنین کی۔ گویا قرآن کے الفاظ میں قدیم ذہن کے لئے بھی اطمینان کا مواد تھا اور جدید ترین تحقیقات کو بھی وہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

آقا نے

جمع و تدوینِ قرآن کریم

ایک تاریخی جائزہ

حافظ فیوض الرحمٰن المقری ایم۔اے پرنسپل معہد القرآن الکریم ۔ مانسہرہ

قرآن خالقِ فطرت نے جبریل امین Holy Spirit کے واسطہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے تمام بندوں کی ہدایت کے لئے علم و عمل، حکمت و دانائی کی جو روشنی عطا فرمائی ہے، اس کا نام "القرآن" ہے۔ قرآن کلامِ الٰہی ہے۔ یہ کتابِ عظیم تمام آسمانی کتب کا لبِ لباب ہے۔ اس کی تعلیم ہمہ گیر اور عالمگیر، سارے علوم کا سرچشمہ اور تمام امور کلیات کو جامع ہے۔ ایک سو چودہ سورتیں (۶۶۶۶) آیات اور (۸۶۴۳۰) کلمات ہیں۔ احکام کی پانچ سو آیات ہیں۔ جن سے امام ابو حنیفہؒ نے تیرہ لاکھ اور باقی مجتہدین نے ایک کروڑ مسائل استنباط کئے۔ قرآنِ حکیم سے جن علوم کا استنباط ہوا بقول ابنِ عربی ستر ہزار ہیں۔ غور کرنے والا ایسے علوم سے بھی مستفیض ہو سکتا ہے جو خارج میں اب تک مدوّن نہیں ہوئے۔ ع صد جہاں باقیست در قرآں ہنوز

قرآن پاک کی معجزانہ حفاظت

ایک ہزار چار سو سال بیت گئے جب سے قرآن ہمارا پاسبان اور ہم اس کے پاسبان ہوئے ہیں۔ یہ چودہ صدیاں قرن ہا قرن کی عمر ہے۔ اس طویل عرصہ میں انسانی ذہن و فکر کے زمین و آسمان بدل گئے۔ نظریات و خیالات میں کیسے کیسے انقلاب آئے؟ معاشرے میں کتنی تبدیلیاں رونما ہوئیں؟ کبھی یونانی علوم کا سیلاب آیا، کبھی ہندی فلسفہ کا سامنا ہوا، کبھی ایرانی تہذیب نے اپنے دم خم دکھائے۔ مگر یہ "زندہ کتاب" آج تک اپنی اصلی اور حقیقی شان کے ساتھ ان ہی الفاظ میں اور اسی زبان میں بجنسہٖ محفوظ ہے جس حالت میں ہمارے آقا

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

یہ کتابِ مبین ہر تغیر سے پاک اور ہر تبدیلی سے مبرّا ہے۔ ابتدائے نزول سے اب تک نہ اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ ہوئی ہے اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتی ہے۔ ایک حرف اور ایک لفظ بھی اس کا کسی عہد اور کسی دَور میں نکالا یا بڑھایا نہیں گیا۔ جس طرح حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل ہوا تھا۔ ایک نقطے کی کمی بیشی کے بغیر آج ہمارے ہاتھوں میں ہے اور یقیناً ہمیشہ اسی طرح رہیگا۔

" حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ نے اپنی کتاب میں ایک مہتم بالشان مقدمہ تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ قرآن کی جمع و ترتیب اور حفاظت ہمارے ذمّہ ہے (اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ (القیٰمۃ) وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر) لیکن اس وعدہ الٰہیہ کا طریق ظاہر ہے کہ کہ اس طرح منظور نہیں تھا جس طرح کہ انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے اور نہ اس طرح کہ قرآن کسی پتھر کے اندر کندہ ہو جاتا جو مٹانے سے نہ مِٹ سکے۔ بلکہ مشاہدہ یہ ہوا کہ حفاظتِ خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند بندگانِ صالحین کے قلوب میں ڈالا گیا کہ وہ اس کی جمع و تدوین کی خدمت انجام دیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخۂ قرآنی پر متفق اور مجتمع ہو جاویں اور ہمیشہ جماعاتِ عظیمہ اس کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول رہیں تاکہ سلسلہ تواتر نہ ٹوٹ جائے اور تکمیل اس کی اس طرح ظہور میں آئی کہ عہدِ عثمانی میں بمشورہ و اجماع صحابہ تمام مصاحف میں سے ایک مصحف پر اتفاق کیا گیا جس میں قراءۃ شاذہ نہیں لی گئی بلکہ قراءۃ متواترہ لی گئی اور قبائل عرب کی سات زبانوں میں سے جن پر قرآن نازل ہوا تھا (یعنی اس کے پڑھنے کی ان زبانوں پر اجازت دی گئی تھی) ایک قریش کا لغت لے لیا گیا اور باقی لغات کے مصاحف متروک کر دئے گئے۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱ بحوالہ اصول التفسیر)

ایسا اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اس پاک کلام کی حفاظت کا کا بڑے زور سے ان الفاظ میں وعدہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ٥ (سورہ حجر۔ آیت ۹) یقیناً ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں پس اللہ اور اس کے کلام سے زیادہ سچا اور کون ہو سکتا ہے؟ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ ہم صرف مسلمان ہی اس صداقت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہمارے مذہبی دشمنوں اور مخالفوں کو بھی ایک لمبے تجربے اور

طویل تحقیقات کے بعد مجبوراً اس عظیم الشان حقیقت کا صاف طور پر اعتراف کرنا پڑا کہ قرآن کریم میں کوئی تغیّر، کوئی تبدّل، کوئی کمی، کوئی بیشی، کوئی ترمیم، کوئی تنسیخ اور کوئی ردّ و بدل ہرگز نہیں ہوا۔ چنانچہ ہندوستان میں انگریزی دور کا ایک سابق لیفٹیننٹ گورنر اور لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (Life of Mohammad) کا مؤلف سر ولیم میور لکھتا ہے:۔

”اس بات کی تسلی اور قابل اطمینان اندرونی اور بیرونی شہادت موجود ہے کہ قرآن اس وقت بھی ٹھیک اُسی شکل و صورت میں محفوظ و مامون ہے جس حالت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا“ (دیباچہ لائف آف محمد صہ ۲۵)

قرآن حکیم کے متعلق اندرونی اور بیرونی شہادت کی کیفیت بیان کرنے کے بعد سر ولیم میور قرآن حکیم کی حفاظت کے سلسلے میں خود اپنا خیال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:۔

”ہم یہ بات پورے یقین اور کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت اور ہر سورت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے سے لے کر آج تک کامل اور مکمل طور پر اپنی اصلی حالت اور غیر محرف شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی (دیباچہ لائف آف محمد صہ ۲۶ بحوالہ ”حیات محمد“ محمد حسین ہیکل پاشا)

عہد صدیقی میں قرآنی خدمت کی صحیح نوعیت

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں قرآن کی یادداشتوں کا جو مجموعہ تھا اس میں قرآنی سورتیں الگ الگ لکھی ہوئی تھیں اور انہیں یکجا جمع کرنے کا کام آپ کی مبارک زندگی میں ہو نہیں پایا تھا۔ عہدِ نبوّت میں بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا۔ بخاری کی روایت کے مطابق ستّر حفاظ و قراء کو کفار نے دھوکہ دے کر شہید کر دیا تھا۔ پھر اس کے ایک سال بعد عہدِ صدیقی میں یمامہ (نجد) کی ایک مقامی یورش کو دبانے کے لئے ایک دستہ بھیجا گیا تھا، اتفاقاً قرآن کے حفاظ کی ایک کثیر تعداد شہید ہو گئی۔ بخاری کے حاشیہ میں ان کی تعداد بتائی گئی ہے۔ كَانَ عِدَّتُهُ مِنَ الْقُرَّاءِ سَبْعَمِائَةٍ۔ یعنی سات سو حفاظ شہید ہوئے۔ (بخاری ج ۲ صہ ۷۴۵)

حفاظ و قراء کی غیر معمولی کثرت کے شہید ہو جانے پر حضرت فاروق رضؓ نے قرآنی سورتوں کو یکجا کرنے کی درخواست کی۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ اس کام کو حکومت کی طرف سے انجام دلانے کا مطالبہ کر رہے تھے، چاہتے تھے کہ خلافت و حکومت اس مہم کو اپنے

ہاتھ میں لے اور اپنی نگرانی میں اس کی تکمیل کراتے۔ لاریب یہ ایک نیا اقدام تھا۔ اوّلاً حضرت صدیق رضؓ کو اس اقدام کے متعلق کچھ تردّد ہوا۔ لیکن بعد کو خود ان کا فیصلہ بھی یہی ہوا کہ بجائے متفرق رسالوں کی صورت میں رہنے کے یہ زیادہ مناسب ہے کہ تمام قرآنی سورتوں کو ایک ہی تقطیع کے اوراق پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں سب کو مجلد کرا دیا جائے۔ بخاری کی روائت کے مطابق حضرت صدیق اکبرؓ نے حکومت کی طرف سے حضرت زید بن ثابت کو اس خدمت کے انجام دینے کے لئے انتخاب فرمایا۔ اور زید بن ثابتؓ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اس کام کو پورا کیا۔

امام احمد بن حنبلؒ کے معاصر حارث حاسبی نے اپنی کتاب "فہم السنن" میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے۔

"وَ کَانَ الْقُرْاٰنُ فِیْهَا مُنْتَشِرًا فَجَمَعَهَا جَامِعٌ وَ رَبَطَهَا بِخَیْطٍ"۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں قرآنی یادداشتوں کا جو مجموعہ تھا اس میں قرآنی سورتیں الگ الگ لکھی ہوئی تھیں (ابوبکرؓ کے حکم سے) جامع (یعنی زید بن ثابتؓ) نے ایک جگہ سب سورتوں کو جمع کیا اور ایک دھاگے سے سب کی شیرازہ بندی کی۔ (بحوالہ اتقان ج ۱ صہ۶۰)

یہی کام (یعنی ایک جلد میں مجلد کرانے کا) عہدِ صدیقی میں انجام پایا۔ لیکن دوسروں کو اس بات پر مجبور نہ کیا گیا۔ کہ وہ ساری سورتوں کو ایک ہی تقطیع پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں مجلد کرائیں اور سورتوں کی جلد بندی میں جو ترتیب رکھی گئی تھی اس کی پابندی کریں۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت تک قرآنی سورتوں کی یہی صورتِ حال رہی۔

عہدِ عثمانی میں قرآنی خدمت کی نوعیت

حضرت عثمانؓ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ مختلف ممالک و امصار کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے۔ عربوں کے علاوہ عجمیوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ خود اہلِ عرب میں الفاظ و حروف کے صحیح تلفظ اور لب و لہجہ کا اختلاف بکثرت پایا جاتا تھا۔ اختلاف کی یہ نوعیت دنیا کی تمام زبانوں میں عام ہے۔ مشہور ناقد اور عالم ابن قتیبہ نے لب و لہجہ کے قبائلی اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

فَالْهُذَلِیْ یَقْرَءُ عَتّٰی حِیْنٍ، وَالْاَسَدِیْ یَقْرَأُ تِعْلَمُوْنَ بِکَسْرِهٖ، وَالتَّمِیْمِیْ یَهْمُلُ وَالْقُرَیْشِیْ لَا یَهْمُلُ (بنی ہذیل کے قبیلہ والے حَتّٰی حِیْنٍ کو عَتّٰی حِیْنٍ پڑھتے

ہیں، بنو اسد تِعْلَمُوْنَ کی تا کو زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح تمیمی اہمال سے کام لیتا ہے، اور قریش یہ نہیں کرتا۔

(بحوالہ تبیان فی مباحث القرآن ص۲۳ صالح الجزائری)

اسی طرح مدینہ والے تابوت کا تلفظ "تابوہ" کرتے تھے۔ قرآن کے پڑھنے میں عربی قبائل اور عجمی نو مسلموں کی طرف سے ان اختلافات کا جب ظہور ہوا اور ہر ایک اپنے تلفظ کی صحت پر بیجا اصرار کرنے لگا تو اس وقت حضرت حذیفہ بن یمان رضؓ کے مشورہ سے حضرت عثمان رضؓ نے اس نسخہ کی نقل کرانے کے لئے جو عہدِ صدیقی میں تیار ہوا تھا حکومت کی طرف سے ایک سررشتہ قائم کیا۔ اس سررشتہ کے افسر وہی حضرت زید بن ثابت مقرر کئے گئے جنہوں نے عہد صدیقی میں نسخہ تیار کیا تھا۔ اور مزید گیارہ ارکان کا ان کی امداد کے لئے اضافہ کیا گیا کہ کتابت کی حد تک قرآن کو اسی لہجہ اور تلفظ میں لکھا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلفظ اور لہجہ تھا۔ اسی بورڈ نے صدیقی نسخہ کی چند نقلیں تیار کیں ــــ پھر حضرت عثمان رضؓ نے اسی بورڈ کا تیار کیا ہوا ایک ایک نسخہ مختلف صوبوں کے پایہ تختِ اور چھاؤنیوں میں بھیج کر فرمان جاری کر دیا۔ کہ اپنے اپنے قبائل یا انفرادی لہجوں یا تلفظ کے لحاظ سے لکھے ہوئے قرآنی نسخے جو لوگوں کے پاس موجود ہوں وہ حکومت کے حوالے کر دیئے جائیں تاکہ ان نسخوں کو معدوم کر دیا جائے۔

جامع قرآن کی حقیقت

اس طرح حضرت عثمان رضؓ نے لوگوں کو ایک ہی مصحف پر جمع کیا۔ صرف کتابت کی حد تک قریش کے لب و لہجہ کی پابندی کی گئی۔ باقی پڑھنے میں حضرت عثمان رضؓ نے بھی اجازت دے رکھی تھی کہ دوسرے لہجہ و تلفظ میں بھی لوگ پڑھ سکتے ہیں۔ اس سے تنگی اور مشقّت کا ازالہ مقصود تھا ــــ اس عظیم و جلیل خدمت پر مسلمان ان کے ممنون نظر آتے ہیں۔ اور عموماً اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ خود سیدنا حضرت علی رضؓ فرماتے تھے کہ "حضرت عثمان رضؓ نے بہت اچھا کیا اور جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ سے کیا۔ انہوں نے پوچھا کہ مسلمانوں میں یہ جھگڑا جو چھڑ گیا ہے کہ ہر ایک اپنی قرأت کو دوسروں کی قرأت سے بہتر قرار دیتا ہے بلکہ دوسرے کی قرأت کو کفر کی حد تک بھی پہنچا دیتا ہے اس کا کیا علاج کیا جائے؟ ہم لوگوں نے پوچھا آپ نے کیا علاج سوچا ہے؟ حضرت

عثمانؓ نے کہا "اَرٰی اَنْ نَّجْمَعَ النَّاسَ عَلٰی مُصْحَفٍ وَّاحِدٍ۔ (مختصر کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ج صفحہ ۵۔ بحوالہ تدوین قرآن مولانا غلام ربانی ایم اے)
میں خیال کرتا ہوں کہ لوگوں کو ایک ہی مصحف پر جمع کیا جائے۔

"یعنی جمع الناس علی مصحف واحد" عہدِ عثمانی کی قرآنی خدمت کی صحیح تعبیر ہے۔ عوام نے ان کے اسی خطاب کو "جامع القرآن" کے نام سے مشہور کر دیا جو نہ صرف یہ کہ واقعہ کی صحیح تعبیر نہیں بلکہ سچی بات یہ ہے کہ عام طور پر اس تعبیر سے بڑی غلط فہمی پھیل گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ مسلمانوں میں یہ غلط فہمی زمانہ سے پھیلی ہوئی ہے۔

تیسری صدی کے مشہور صوفی اور عالم حارث محاسبی کا یہ قول علامہ جلال الدین سیوطی نے "اتقان" میں نقل کیا ہے

"اَلْمَشْهُوْرُ عِنْدَ النَّاسِ اَنَّ جَامِعَ الْقُرْاٰنِ عُثْمَانَ وَلَیْسَ کَذٰلِكَ اِنَّمَا حَمَلَ عُثْمَانُ النَّاسَ عَلَی الْقِرَاءَۃِ
(اتقان ص۶۰ بحوالہ تدوین قرآن۔ مولانا غلام ربانی)

یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ حضرت عثمانؓ کا وہ مصحف جس پر شہادت کے وقت وہ تلاوت فرما رہے تھے آج تک دنیا میں محفوظ اور موجود ہے۔

۹ر فروری ۱۹۶۱ء کو لاہور شہر میں سفیر روس متعینہ پاکستان (ڈاکٹر ایس۔ ایم گپتا) نے اپنے بیان میں بتایا تھا کہ تاشقند میں کلام پاک کا وہ نسخہ موجود ہے۔ جو شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ تلاوت فرما رہے تھے۔ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر خارجہ پاکستان اپنے دورۂ روس میں یہ نسخہ دیکھ چکے ہیں۔ سفیر روس نے مزید اعلان کیا تھا کہ عنقریب پاکستان کو اس تاریخی نسخہ کی ایک فوٹو کاپی مہیا کر دی جائے گی۔

ڈاکٹر صبحی صالح نے اپنی کتاب "مباحث فی علوم القرآن" کے خاتمہ پر کیا خوب لکھا ہے:۔

"وَلَقَدْ حَفِظَ اللّٰهُ هٰذَا الْقُرْاٰنَ بِکِتَابَتِہٖ فِی السُّطُوْرِ، وَنَقْشِہٖ فِیْ اَلْوَاحِ الصُّدُوْرِ، فَلَمْ یَحْظَ کِتَابٌ سِوَاہُ بِمِثْلِ الْعِنَایَۃِ الَّتِیْ اُحِیْطَ بِهَا، وَلَمْ یَصِلْ کِتَابٌ ــ کَمَا وَصَلَ ــ بِتَوَاتُرِ سُوَرِہٖ وَاٰیَاتِہٖ وَاَلْفَاظِہٖ وَحُرُوْفِہٖ، وَقِرَاءَاتِہٖ وَوُجُوْهِہٖ، وَنَقْطِہٖ وَرَسْمِہٖ وَتَعْشِیْرِہٖ وَتَحْزِیْبِہٖ وَمَصَاحِفِہٖ وَصُحُفِہٖ وَتَجْوِیْدِ خَطِّہٖ وَتَزْیِیْنِ طِبَاعَتِہٖ۔

اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو کتابت کے ذریعہ محفوظ رکھا اور دل کی تختیوں پر نقش کر کے اس کی حفاظت کی۔ جتنا اس کتاب کی طرف توجہ و رعایت کی گئی ہے اس سے پہلے کسی کتاب کے حصہ میں نہیں آئی۔ اور نہ ہی اس سے قبل کوئی کتاب پہنچی

استاذ العلماء مولانا رسول خاں کا سانحۂ ارتحال

پاکستان کے نامور اور بزرگ عالم دین حضرت مولانا رسول خاں صاحب رح تقریباً ایک سو تیس سال کی عمر پا کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا رسول خاں پاکستان کے اکثر علماء کے استاد تھے۔ اسی مناسبت سے علماء کرام کے حلقہ میں "استاد العلماء" سے یاد کئے جاتے تھے۔ اور "شیخ المعقول والمنقول" کے خطاب سے سرفراز تھے۔ مولانا رسول خاں کی علمی و شخصی عظمت کا اندازہ ان کے نامور شاگردوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ جن میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دارالعلوم کراچی، جمعیتہ علماء اسلام پاکستان کے سیکرٹری مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا خیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر جلیل القدر علماء کرام کے اسماء گرامی سے ہیں۔ مولانا رسول خاں کی وفات سے پاکستان کے علمی اور دینی حلقے میں جو خلاء پیدا ہوا ہے۔ وہ شاید صدیوں تک پُر نہ ہو سکے۔

مولانا رسول خاں زہد و تقویٰ اور علم و عمل کے پیکر جلیل تھے۔ آپ مختلف مدارس عربیہ کے شیخ اور صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں پاکستان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے تھے۔ مولانا رسول خاں وفات سے قبل اپنے وطن ضلع ہزارہ میں تشریف لے گئے تھے کہ علم و فضل کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

(ادارہ)

"نمونہ اسلاف استاذ العلماء مولانا محمد رسول خان ہزاروی کا سانحہ انتقال"

سابق پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور اور شیخ التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور الحاج مولانا رسول خاں صاحب اپنے آبائی گاؤں اچھڑیاں تحصیل مانسہرہ میں تقدیر الٰہی سے وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم ہزارہ کے مردم خیز خطہ پکھلی میں پیدا ہوئے۔ اور اس پسماندہ علاقے میں اپنی شہرتِ دوام کا وہ سکہ چلایا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ آپ کے علمی تجربہ کا یہ عالم تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ المعقولات مشہور تھے عرصہ دراز تک دارالعلوم میں منطق اور فلسفہ پڑھاتے رہے۔ آپ کو حضرت شیخ الہندؒ کی خصوصی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ ۱۹۳۵ء میں اورنٹیل کالج لاہور کے پرنسپل خان بہادر محمد شفیع کے مسلسل اصرار پر آپ کالج مذکور میں (عربی فاضل) اور ایم اے عربی) کے پروفیسر مقرر ہوگئے۔ وہاں سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں شیخ التفسیر مقرر ہوئے۔ اور دم آخرین تک اسی جامعہ سے وابستہ رہے۔ لاہور چونکہ علمی ماحول کا گہوارہ ہے۔ اس

لیے مرحوم کا قیام اکثر و بیشتر وہاں ہی ہوتا تھا بعض دفعہ تعطیلات کے دوران یا کسی خاص وجہ سے تشریف لاتے بھی تو بہت کم قیام فرماتے۔ آپ علم منطق اور فلسفہ کے امام تھے۔ آپ کے شاگرد بھی فی زمانہ میں یگانۂ روزگار میں شمار ہوتے تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے۔ کہ فاضل عربی کے بعض ذہین طلبہ جو اکثر مدارس کے فارغ التحصیل بھی ہوتے تھے۔ بعض دفعہ ادق سے ادق سوال کر بیٹھتے اور مرحوم ہنس کر فرمایا کرتے تھے "بز اخفش،، مجھے تقریر ختم کر لینے دو بعد میں سوال کرنا لیکن جب تقریر ختم ہو جاتی تو پھر سوال کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی تھی۔ اور سائل خاموش ہو جاتا تھا۔ مولانا جب تدریس میں مصروف ہوتے تو باوجود پیرانہ سالی کے مسلسل کئی کئی گھنٹے تقریر کرتے چلے جاتے تھے۔ اور ہر سوال کا مُسکت جواب ارشاد فرماتے۔ آپ کے لائق ترین شاگردوں کی تعداد صرف ہزارہ میں دو اڑھائی سو سے زائد ہے۔ فلسفے اور منطق پر اتنا عبور تھا۔ کہ بعض دفعہ دوران تقریر میں جلال میں آکر فرمایا کرتے تھے۔ کہ کالج کی کرسیوں پر بیٹھ کر میرے سُلم اور اشادات کو کون سمجھ سکتا ہے؟ اسے تو دینی مدارس کے بوریا نشین ہی سمجھ سکتے ہیں ایک دفعہ فرمایا اگر علامہ بہاری زندہ ہوتا تو وہ دیکھتا کہ اس کی کتاب کوئی سمجھا ہے۔ المختصر مرحوم علماء دیوبند کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ اور ہزارہ کے علماء کی ڈھارس تھی۔ بمصداق "

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

آپ نے ۱۴ رمضان المبارک کو انتقال اور ۵ رمضان المبارک کو سپرد خاک کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

فقیر اللہ او۔ ٹی۔ گورنمنٹ مڈل سکول لالو گلی تحصیل ہری پور۔ ضلع ہزارہ۔

وفات حسرت آیات

مولوی امام دین امپریٹر چیمہ پرانا سرگودہا جو کہ خدام الدین کے قدیمی خریداروں سے ہیں) کی والدہ ماجدہ ۱۲ر شعبان ۱۳۹۱ھ کو مختصر علالت کے بعد عالم بقاء کو رحلت کر گیئں۔ احباب سے استدعا ہے کہ مرحومہ کے لیے دعاء مغفرت فرمادیں۔ مرحومہ صوم صلوٰۃ کی پابند تھیں۔

مُراسلات

خدّام الدّین کی اسلامی خدمات

مکرمی ایڈیٹر صاحب

ہفتہ وار "خدام الدین"، لاہور

السلام علیکم! ورحمۃ اللہ!

پچھلے دنوں آپ کا "تبلیغ نمبر" دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ امید ہے کہ قرآن پاک نمبر بھی ایسا ہی ہوگا۔ تبلیغ نمبر کا سائز بھی ماشاءاللہ دلکش تھا۔ اس دور میں جب کہ مخالفین اسلام طرح طرح کے فتنے اٹھا رہے ہیں۔ آپ اس قسم کا مخلص تبلیغی و فلاحی کام سرانجام دے کر جو دین الٰہی کی گراں قدر خدمت کر رہے ہیں۔ وہ محتاجِ بیان نہیں۔ میں نے آج تک کوئی ایسا دینی رسالہ نہیں دیکھا جو بے دینی سیاست سے الگ تھلگ رہ کر اپنے اغراض و مقاصد میں پورا اترا ہو یہ صرف "خدام الدین"، ہی کو شرف حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ آئندہ بھی اسی طرح اپنے اغراض و مقاصد میں پورا اترے اور کروڑوں مسلمانوں کے صحیح جذبات کی ترجمانی کرتا رہے۔ والسلام

عبداللطیف خالد متعلم ایم۔ سی۔ ہائی سکول
چیچہ وطنی۔ ضلع ساہیوال۔

حرام خوری کے اثرات

ایک منحوس خبر پڑھ کر حیرانی ہوئی کہ لاہور کی ایک مارکیٹ میں خنزیر کے گوشت کی فروخت شروع ہے۔ اس لیے اپنے حکمران طبقہ کی خدمت میں خنزیر خوری اور غیر مسلم ممالک کے وحشیانہ افعال کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لیے یہ عریضہ شائع کیا جاتا ہے۔

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

امریکہ اور نیویارک کے ہائی سکول میں ۱۷ سال سے کم عمر کی لڑکیاں اوسطاً ایک ہزار حاملہ ہو جاتی ہیں۔ اور سالانہ دو لاکھ حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۵۸ء میں ۲۰۸۷۰۰ حرامی بچے پیدا ہوئے۔ واشنگٹن میں ہر ۲۹ منٹ پر عصمت دری ہوتی ہے۔ صرف جوہنبرگ میں یونین کے ہائی سکولوں میں غیر شادی شدہ والدین کی تعداد گیارہ ہزار ہو چکی ہے۔ اور امریکہ میں اب بھی ہائی سکول کی لڑکیاں مانع حمل اشیاء رکھتی ہیں۔

مغربی جرمنی میں سالانہ تیس لاکھ حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی طرف سے جو ڈیموگرافک سالانہ ۱۹۵۹ء شائع ہوا ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ السلواڈور دری پبلک، ہنڈوراس، گوئٹے مالا میں حرامی بچوں کی تعداد ساٹھ فی صدی ہے

پناما میں ہر چار بچوں سے تین بچے پادریوں کی مداخلت یا سول میرج رجسٹری کے بغیر ہی پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی ۷۵ فی صدی حرامی پیدا ہوتے ہیں

لاطینی امریکہ میں حرامی بچوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہی حال ویسٹ انڈیز کا ہے۔ بخلاف اسلامی ممالک اور متحدہ عرب جمہوریہ کہ وہاں ایک فی صدی بھی حرامی بچے پیدا نہیں ہوتے۔ ان ممالک کی ایسی بے غیرتی کو کون اپنا نمونہ قرار دے سکتا ہے؟

محمد عبدالحکیم مہتمم دارالعلوم محمدیہ اوجھان تحصیل راجن پور

اپیل برائے چندہ

عرصہ تین سال سے مدرسہ انوریہ موضع لدھے والہ چیمہ ضلع گوجرانوالہ قائم کیا گیا جس میں حفظ و ناظرہ کا انتظام ہے اس سلسلہ میں مخیر حضرات کی خدمت میں مالی تعاون کی اپیل کی جاتی ہے تاکہ دیہاتی فضا میں قائم ہونے والا مدرسہ مالی مشکلات سے ہمکنار ہو کر خوش اسلوبی سے رواں دواں رہ سکے؛

مہتمم مدرسہ انوریہ موضع لدھے والا چیمہ براستہ احمد نگر ضلع گوجرانوالہ

سالانہ درس منسوخ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی ۲۸ر نومبر ۱۹۷۱ء کو اہم مصروفیت کی بناء پر واہ کینٹ تشریف نہیں لاسکیں گے لہٰذا درس کا سالانہ پروگرام منسوخ سمجھا جائے ہمارا مجلس درس قرآن ۲۸ر نومبر ۱۹۷۱ء صبح دس بجے بنگلہ ۱۵ جامن روڈ واہ کینٹ میں حسب معمول منعقد ہوگا۔ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب درس دیں گے۔

(عثمان غنی)

بقیہ : آیات قرآنی میں گفتگو

عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے اونٹنی کی مہار تھام لی اور بلند آواز سے شعر خوانی کرتے ہوئے تیز چلنے لگا تو اس پر خاتون نے تکلیف محسوس کی اور کہا وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ یعنی آہستہ چلاؤ اور اپنی آواز کو پست رکھو۔ پھر میں نے رفتار اور آواز نرم کر دی تو خاتون بولیں فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ یعنی قرآن جتنا پڑھ سکو پڑھو! عبداللہ نے کہا مجھے خیر کثیر مل گئی۔ خاتون نے فرمایا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ یعنی عقلمند آدمی ہی نصیحت قبول کرتے ہیں، عبداللہ یہ سن کر چپ ہو گئے اور چلتے چلتے قافلے سے جا ملے تو خاتون سے دریافت کیا کہ اس قافلے میں آپ کا کوئی آدمی ہے؟

جواب:۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ۔

اظہارِ تعزیت

جمعیت طلبائے اسلام بھکر کا ایک تعزیتی اجلاس دفتر جمعیت طلبائے اسلام (واقع غلہ منڈی) بھکر میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت قاضی جمشید عالم صدیقی صدر جمعیت طلبائے اسلام بھکر نے کی۔ قاضی صاحب موصوف نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا غلام رسول خاں صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور مولانا مرحوم کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا مولانا مرحوم نے اپنی زندگی دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی اور مولانا برصغیر کے جیّد علمار کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ آخر میں دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

اپیل

مدرسہ تعلیم القرآن رجسٹرڈ ڈھیری حسن راولپنڈی ۱۹۵۲ء سے قائم ہے اس کے گیارہ جلسے ہو چکے ہیں اور سترہ روئداد میں چھپ چکی ہیں کافی طلبا فارغ ہو کر اپنے درس، تدریس میں مشغول ہیں۔ بیرونی طلبا بھی زیر تعلیم ہیں جن کے جملہ اخراجات مدرسہ سے پورے کئے جاتے ہیں اس میں دی جانے والی رقوم انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں گی بحوالہ چٹھی نمبر 7-4-71 آئی ٹی پی مدرسہ ابھی تک کرایہ کی عمارت میں ہے اب زمین خرید لی گئی ہے جو حضرات اس میں ایک ایک کمرہ بنا دیں گے ان کے نام کمرہ پر لکھے جائیں گے اس کی تعمیر کیلئے ضرور امداد فرمائیں۔ الداعی الی الخیر

قاری محمد دین مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن رجسٹرڈ ڈھیری حسن راولپنڈی

اعلان داخلہ

دارالعلوم مدرسہ عربیہ اسلامیہ بوریوالہ میں مستند اور تجربہ کار استادوں کی نگرانی میں عربی و فارسی کی تعلیم موقوف علیہ دورہ تک ہوتی ہے امتحان داخلہ یا سہ ماہی امتحان میں درجہ کتب کے جو طلبا اعلیٰ نمبروں پر پاس ہوں گے۔ ان کو خوراک، لباس اور ادویات وغیرہ کے علاوہ نقد وظیفہ بھی حسب استعداد دیا جاتا ہے: درجہ کتب یا حفظ و تجوید کا داخلہ ۲۰ رشوال تک کھلا رہے گا۔

درخواستیں مہتمم مدرسہ کے نام جلد از جلد بھیجئے :۔

المعلن عبدالرحیم نعمانی مہتمم دارالعلوم مدرسہ عربیہ اسلامیہ (رجسٹرڈ) بوریوالہ ضلع ملتان

جمعۃ الوداع اور نماز عید الفطر

کے موقع پر مولانا محمد اجمل صاحب خطیب جامع مسجد رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ گراؤنڈ ایبٹ روڈ لاہور میں خطاب عام فرمائیں گے

امداد کی درخواست

مدرسہ نظامیہ عربیہ (رجسٹرڈ) تاندلیانوالہ ضلع لائل پور کم و بیش تینتیس برس پہلے سونی پت میں قائم ہوا تھا اور اس کی بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور امیر المبلغین حضرت مولانا محمد الیاسؒ کاندھلوی کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد تاندلیانوالہ میں اس مدرسہ نے دوبارہ اپنی علمی و تبلیغی سرگرمیاں شروع کر دیں اس وقت سے اب تک بے شمار طلبہ یہاں سے علوم دین کی تحصیل کر چکے ہیں ملک کے ممتاز علماء حضرت مفتی محمود صاحب حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری وغیرہ نے مدرسہ کی کارکردگی کو بہت سراہا ہے۔ اس سال مدرسہ چودہ ہزار روپے کا مقروض ہو گیا ہے اس لئے ارباب خیر کو اپنا دست تعاون بڑھانا چاہیئے اور زکوٰۃ، صدقات، خیرات، عطیات اور صدقۃ الفطر کے ذریعے مدرسہ کی زیادہ سے زیادہ امداد کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر عطا فرمائے گا۔

نوٹ :۔ مدرسہ کو دیئے جانے والے عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں:

ترسیل زر کا پتہ :۔ مولانا محمد عبدالقوی مہتمم مدرسہ نظامیہ عربیہ (رجسٹرڈ) تاندلیانوالہ ضلع لائل پور

طالبان علوم عربیہ کیلئے خوشخبری

ہم بصد مسرت و ابتہاج طالبان علوم عربیہ کو خوشخبری دیتے ہیں کہ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی نے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند کی گرانقدر خدمات حاصل کر لی ہیں دورہ حدیث شریف کے طلبا کو بالخصوص فائدہ اٹھانا چاہیئے ۵ رشوال المکرم ۱۳۹۱ھ سے داخلہ شروع ہو گا۔

فضل محمد مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر

امداد کی درخواست

• مدرسہ ہذا تھل کے پسماندہ ترین علاقہ میں بفضل خدا بحکم و سرپرستی حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی عرصہ پانچ سال سے کام کر رہا ہے۔

• مدرسہ ہذا میں گزشتہ سال چھ فاضل اساتذہ کی زیر نگرانی ۱۱۵ طلباء تعلیم حاصل کرتے رہے جن میں سے ۵۵ مسافر طلباء کی ضروریات کا مدرسہ ہی کفیل رہا مدرسہ میں بلوچستان و سرحد و پنجاب کے مختلف اضلاع کے طلباء مقیم رہ کر علوم حاصل کرتے رہے۔

• مدرسہ میں قرآن مجید با تجوید حفظ و ناظرہ کے علاوہ پرائمری اردو کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

• مدرسہ ہذا میں فارسی و عربی کی مکمل کتب کا درس دیا جاتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف۔ جلالین شریف۔ ہدایہ اخیرین توضیح وغیرہ تک علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں۔

• مدرسہ ہذا کا اخراجات پورا کرنے کے لئے "توکل علی اللہ" کے سوا کوئی سہارا نہیں۔

• مدرسہ میں سالانہ سترہ ہزار روپے نقد اور پونے دو صد من گندم کا مصرف ہے۔

• مدرسہ ہذا کی سالانہ آمد و خرچ کی روئداد طبع ہو چکی ہے جو طلب پر مفت روانہ کی جاتی ہے۔

• مدرسہ ہذا گزشتہ سال سے مبلغ ۔/۱۸۵۰ روپے کا مقروض ہے زکوٰۃ و صدقات و فطرانہ ادا کرتے وقت اس کی معاونت فرما کر آپ بھی حصہ دار بنیں۔ خط و کتابت ترسیل زر کا پتہ :-

(مولانا) عبدالمجید صدر مدرس مدرسہ جامعہ قاسمیہ رجسٹرڈ ارچوک جھنڈا
ضلع مظفر گڑھ

امداد کی درخواست

بیادگار بانی ادارہ الحاج مولانا حافظ حکیم محمد عبدالغنی صاحب جالندھری رحمت اللہ علیہ بورے والا جامعہ صدیقیہ چیچہ وطنی سے بورے والا جاتے ہوئے ۱۳ میل پر برلب سڑک واقع ہے جامعہ میں چار بہترین درجات ہیں درجہ تجوید و حفظ۔ درجہ ناظرہ درجہ عربی و فارسی درجہ پرائمری درجہ تجوید و حفظ میں بہترین محنتی مدرس عشرہ کے قاری ہیں تعلیم نہایت عمدہ ہے درجہ پرائمری [illegible] قرآن پاک اور روزمرہ کے ضروری مسائل کی تعلیم دی ہے جامعہ کی تعلیم علاقہ بھر میں مشہور ہے۔ جامعہ کے چار اساتذہ محنتی و تجربہ کار ہیں۔ جامعہ میں پندرہ بیس غریب الدیار مہمان رسولؐ طلبہ ہمیشہ مقیم رہتے ہیں۔ جامعہ کا سالانہ خرچ علاوہ تعمیرات کے تقریباً دس ہزار روپیہ ہے مستقل آمدن صرف توکل علی اللہ ہے جامعہ کی ضروریات کے لئے مزید دو کمروں ایک مطبخ بیرونی چار دیواری اور ٹوٹیوں کی فوری سخت ضرورت ہے مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ جامعہ کی اعانت فرما کر صدقہ جاریہ میں حصہ لیں درجہ حفظ و تجوید و کتب میں داخلہ ۵ر شوال سے شروع ہے (نوٹ) ترسیل زر و دیگر معلومات کے لئے یہ پتہ یاد رکھیں الحاج حکیم عبدالغنی صاحب امیر انجمن صدیقیہ پاکستانی دواخانہ ریل بازار بورے والا ضلع ملتان

(الملتمس :- محمد طیب بن مولانا حافظ محمد عبدالغنی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ناظم جامعہ صدیقیہ رجسٹرڈ صدیق آباد ڈاکخانہ جامعہ صدیقیہ براستہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال)

داخلہ

مدرسہ رشیدیہ لوہاری منڈی لاہور ایک عرصہ سے علوم شرقیہ کی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ طلباء کو خورد و نوش و مفت کتابوں کے علاوہ نقد وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ داخلہ یکم شوال سے اور تدریس پندرہ شوال سے شروع ہوگی۔ مخیر حضرات سے التماس ہے کہ زکوٰۃ و دیگر مدات صدقات میں سے اس مدرسہ کے ساتھ تعاون فرما کر ماجور ہوں۔ طلباء کرام یکم شوال سے رابطہ قائم فرمانے کی کوشش فرمائیں

الاحقر: محمد الیاس غزلہ مہتمم مدرسہ رشیدیہ چوک لوہاری منڈی لاہور

داخلہ

دارالعلوم عربیہ حنفیہ نارنگ منڈی

حفظ و ناظرہ پڑھانے کا انتظام ہے نیز درس نظامی کے تمام فنون پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ نہایت محنتی اور ماہر اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں۔ قیام وطعام کا انتظام بیرونی طلباء کے لئے موجود ہے صرف ۱۰ر شوال تک داخلہ ہو سکے گا۔ خواہشمند طلباء کے ساتھ معتبر حضرات یا ان کا خط ہونا ضروری ہے۔

مولانا قاری محمد حنیف صاحب امیر دارالعلوم عربیہ حنفیہ نارنگ منڈی

داخلہ

۶ر شوال ۱۳۹۱ھ سے مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان کا داخلہ حسب دستور سابق شروع ہو جائے گا مدرسہ ہذا کے تمام مدرسین درجہ عربی و حفظ و قرآت کے حسب سابق تعلیم دیں گے اور حضرت مولانا محمد شریف صاحب کشمیری مدظلہٗ العالی صدر مدرس مدرسہ ہذا بدستور سابق اپنے اسباق پڑھائیں گے لہٰذا تمام طلبہ کو چاہیئے کہ جلد از جلد وقت مقررہ پر مدرسہ میں حاضری کی کوشش فرمادیں۔

خادم الطلبا محمد شریف جالندھری مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان شہر فون ۲۷۸۳

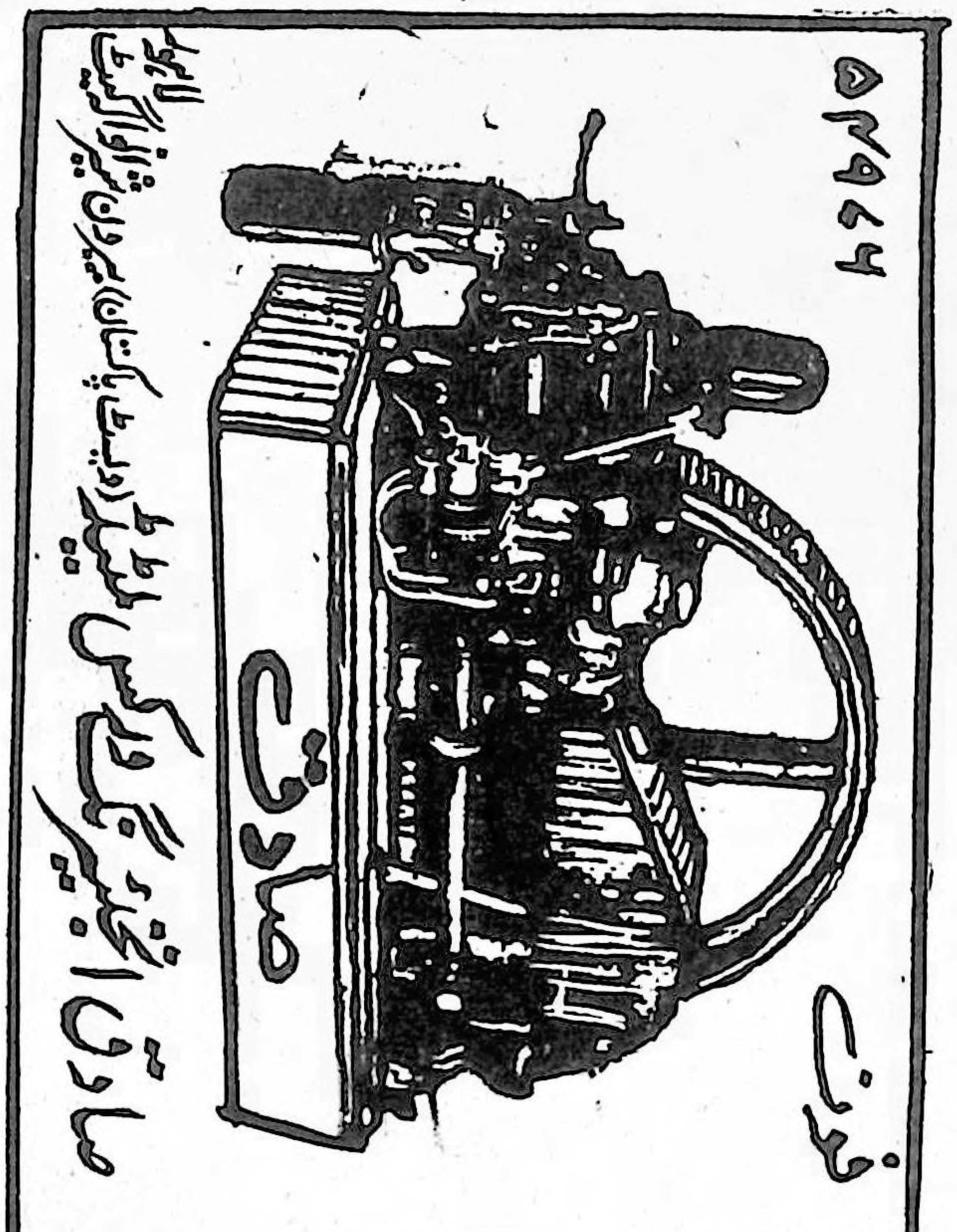
داخلہ

مدرسہ عربیہ حدیقۃ الاحسان رجسٹرڈ میں حسب دستور سابق امسال بھی درجہ عربی، فارسی صرف و نحو اصول فقہ ترجمۂ قرآن کریم حفظ و ناظرہ با تجوید وکتب ہائے تجوید و قرأت تک تعلیم کا مکمل انتظام ہے۔ بیرونی طلبہ کے لئے قیام وطعام علاج، حجامت صابن و ہمہ قسم ضروریات کا بہترین انتظام ہوگا ۱۵ر شوال ۱۳۹۱ھ تک داخلہ ہوگا مدرسہ ہذا میں تجربہ کار اساتذہ کرام نہایت محنت اور جانفشانی سے تعلیم دیتے ہیں داخلہ محدود ہوگا۔

قاضی عبد اللطیف احقر خطیب و متولی شاہی جامع مسجد و مہتمم مدرسہ حدیقۃ الاحسان رجسٹرڈ شجاع آباد ضلع ملتان

تھوراڑ (آزاد کشمیر)

خدام الدین کا تازہ پرچہ قاری محمد ارشاد صاحب مدرس تعلیم الفرقان جامع مسجد تھوراڑ سے حاصل کریں



ہجری تاریخوں کی مہر

انگریزی تاریخوں کی طرح اب ہجری تاریخوں کی مہر بھی تیار ہو چکی ہے اور پاکستان میں پہلی مرتبہ بہ تجربہ روز گار مہر بہم نے عوام تک پہنچانے کا عزم کیا ہے۔ یہ گرانقدر تحفہ نہایت محدود تعداد میں موجود ہے۔ فوری طلب کریں۔ قیمت فی مہر بارہ روپے محصولڈاک ایک روپیہ۔ رقم پیشگی۔ وی پی نہیں ہوگا۔

۱۔ محمد رمضان میمن۔ التقویم۔ مدرسہ تعلیم القرآن توحید نگر۔ چاکی واڑہ۔ کراچی ۲ سندھ

۲۔ مسعود الرحمٰن انصاری معرفت ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب بمقام بوتگہ سرخرو تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا۔

اسلامی پیڈ پچاس پیسہ میں

دوست احباب کو خط لکھنے کے لیے اسلامی پیڈ ختم نبوت کی احادیث اور پرچم نبوی سے مزین۔ عمدہ رنگین کاغذ، بلاکوں کی چھپائی ۲۵ کاغذ مجلد پچاس پیسہ میں۔ ۵۰ کاغذ مجلد ایک روپیہ میں اور سو کاغذ دو روپے ہیں۔ ڈاک خرچ بیس پیسہ فی پیڈ علاوہ۔ رقم بذریعہ منی آرڈر یا ڈاک ٹکٹ پیشگی۔ وی پی نہیں ہوگا۔ ذاتی ناموں سے چھپوانے کے خواہشمند بھی رجوع کریں۔

محمد رمضان میمن۔ التقویم۔ مدرسہ تعلیم القرآن۔ توحید نگر۔ چاکیواڑہ کراچی ۲ سندھ۔

دعائے مغفرت

میرے والد بزرگوار ایک عرصہ بیمار رہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ قارئین کرام سے ان کے لیے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

(ملتمس دعا: شمس الدین)


Pure
White and
Crystal-clear
Sugar
... True to its name, it is
tasty to the palate, extensively
used by families and in industries
Bawany Sugar Mills Ltd.

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔